درس حدیث

محمد اظہر مدنی

امانت کی حفاظت

عن زید بن وهب سمعت حذیفة رضی الله عنه یقول: حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم "أن الامانة نزلت من السماء فی جذر قلوب الرجال ونزل القرآن فقروؤا القرآن وعلموا من السنة" (بخاری ۹۱۶/۳)

ترجمہ: ''زید بن وہب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ''امانت آسمان سے لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتاری گئی ہے اور قرآن نازل ہوا تو قرآن میں اسے پڑھا اور سنت سے اس کا علم انہیں حاصل ہوا''۔

تشریح: امانت کی پاسداری ان اہم فرائض میں سے ہے جس کا تعلق ایمانیات سے ہے۔چنانچہ اس کا پاس ولحاظ رکھنا، حفاظت وصیانت اور ضائع ہونے سے بچانا ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے جس کے راوی حضرت انس بن مالکؓ ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم ہی ایسا خطبہ دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس کے پاس امانت داری نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کے پاس ایفاء عہد نہیں اس کا دین نہیں۔اور بخاری شریف کتاب العلم کی اس حدیث کے ٹکڑے پر نظر دوڑائیے جس میں ضیاع امانت کو علامات قیامت میں سے بتایا گیا۔ **فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة** یعنی جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔قرآن کریم میں متعدد مقامات پر امانت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس کے مقام ومرتبہ نیز اس کی پاسداری پر زور دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَمِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِقِنۡطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ‌ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِدِيۡنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآئِمًا‌ ؕ ذٰ لِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَيۡسَ عَلَيۡنَا فِى الۡاُمِّيّٖنَ سَبِيۡلٌ‌ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ (آل عمران:۷۵) ''بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر انہیں تو خزانے کا امین بنادے تو بھی وہ تجھے واپس کردیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو تجھے ادا نہ کریں۔ہاں یہ اور بات ہے کہ تو اس کے سر پر ہی کھڑا رہے یہ اس لئے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ ہم پر ان جاہلوں کے حق کا کوئی گناہ نہیں۔یہ لوگ باوجود جاننے کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں دو اہم چیزوں کا ذکر ہے ایک تو امانت کی پاسداری اور دوسری بات غیر مسلمین کے حقوق سے متعلق کہ جو لوگ ان کے حق کو اپنے لئے جائز قرار دیں اس کی تردید کی گئی ہے اور بعض تفسیری روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا زمانہ جاہلیت کی تمام چیزیں میرے قدموں تلے ہیں سوائے امانت کے کہ وہ ہر صورت میں ادا کی جائے گی۔چاہے وہ کسی نیکوکار کی ہو یا بدکار کی اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۵۸ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ:اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا ''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ'' اور سورہ المومنون آیت نمبر ۸ اور سورہ معارج آیت نمبر ۳۲ میں اللہ کا ارشاد ہے:وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی پاسداری کو مومنین کے اوصاف حمیدہ اور نمایاں وامتیازی خصوصیات میں سے قرار دیا ہے۔نیز مفوضہ ذمہ داریوں کی ادائیگی، رازدارانہ باتوں اور مالی امانتوں کی پاسداری نیز رعایت عہد میں اللہ سے کئے ہوئے میثاق اور بندوں سے کیے عہد وپیمان سب شامل ہیں۔سورہ قصص آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا:اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ''جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔''

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں امانت کی پاسداری پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس میں کسی بھی طرح کی خیانت کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔مذکورہ بالا حدیث میں بھی اسی پر زور دیا گیا ہے کہ امانت آسمان سے نازل کی گئی ہے اور وہ بھی انسان کے جسم کے سب سے اہم اور مرکزی جگہ کی جڑ میں جہاں سے انسان کو پورے جسم میں روحانی وجسمانی غذا میسر ہوتی ہے اور اس عضو کی بقا سے ہی انسانی جسم اور روح کی بقا ممکن ہے۔ایسے عظیم مقام پر اللہ رب العزت والجلال نے امانت کو ودیعت فرمایا ہے اور شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق اس کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مومنین اور جنتیوں کے اوصاف سے متصف فرمائے۔امانت کی پاسداری کرنے اور خیانت جیسے جرم سے بچنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین **وصلی الله علی نبینا محمد**

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
الجماعۃ کیا ہے؟	۷
عقیدہ توحید کی اہمیت	۹
رب کی پسند و ناپسند	۱۰
ھٰذا عارض ممطرنا (بادل پھٹنے اور زمین دھنسنے کے تناظر میں)	۱۲
پتنگ بازی ایک جان لیوا شوق	۱۷
سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ: سخاوت، رواداری اور دین کی خدمت	۲۰
شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور شمس العلماء کا خطاب	۲۴
تجھ بن نہیں کوئی مرا (نظم)	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۶
جماعتی خبریں	۳۱
اشتہار کلینڈر ۲۰۲۶ء	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

یہ احتجاج اور مظاہرے

ہائے رے!

کبھی کبھی نفع کا سودا کرتے ہیں نقصان ہوتا ہے۔ آسانی کے بجائے مشکلیں کھڑی ہوجاتی ہیں۔ اس میں ایک خاص بات کی کارفرمائی اکثر ہوتی ہے۔ افراط وتفریط، غلو وا جحاف، بخل و اسراف، فتور وکسل مندی، غفلت وسستی یا غیر معمولی خوشی اور تہور مطلوبہ کاموں میں غیر فطری صورت حال پیدا کردیتے ہیں۔ اصلاح وتصحیح کا جو مشن تھا اس کا رخ اب افساد اور انتشار کی طرف ہوجاتا ہے اور ردعمل کا یہ عمل پورے طور پر غیر فطری، غیر منطقی اور غیر اصلاحی ہوجاتا ہے۔

دین اسلام چونکہ ساری انسانیت کے لئے ہے، سب کے خالق ومالک کی طرف سے بتایا ہوا راستہ ہے، صراط مستقیم ہے، اعتدال ووسطیت پر مبنی ہے اور اس میں کسی طرح کی کوئی کجی، انحراف اور افراط وتفریط کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اللہ نے تمام انسانوں کو ہر معاملے میں ان تمام راہوں پر چلنے سے منع فرمایا جن پر چل کر انسان گمراہی اور ناکامی کا شکار ہوجاتا ہے۔ خاص طور پر عدل وانصاف کا ترازو قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام وسطیت واعتدال کی راہ پر چلنے اور اپنی ہر چھوٹی بڑی تعلیمات اور احکامات کو اپنانے کی تلقین وتاکید کرتا ہے اور یہی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو جان کر ''الدین الخالص''، صراط مستقیم اور دین متین اسلام پر چلنے والوں نے ہمیشہ اور ہر مصر وعصر، سختی ونرمی، صلح وجنگ اور اختلاف واتفاق ہر حال میں اسی وسطیت کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا اور امت وسط کا کردار ادا کیا۔ انہوں نے عبادات ومعاملات اور اپنے تمام تصرفات اور ہر حال میں اعتدال کی راہ اپنائی۔

حالات کے جبر نے ان کو بزدل، بے حس، غافل، لاپرواہ اور بیگانہ بے کس ومجبور نہیں بنادیا اور نہ حالات کی ستم ظریفی نے ان کو برانگیختہ کرکے اور جوش وجذبہ دلاکر بے قابو کردیا ہے۔ وہ ری ایکشن Reaction میں جادۂ حق اور راہ اعتدال سے نہیں ہٹتے اور یہی وسطیت، سلفیت کو دیگر سے ممتاز کرتی اور مثالی بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خیر امت اور وسط امت کا مژدہ جانفزا بھی اسی لئے سنایا ہے کہ وہ افراط وتفریط سے بچ کر وسطیت کے راستہ کو لازم پکڑنے والی امت ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ:۱۴۳) ترجمہ: ''ہم نے اسی

طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو جائیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: ۱۱۰) ترجمہ: ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت میں بھی صرف امر، آرڈر اور معروف کو عام کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ چونکہ وسطیت کا تقاضا تھا کہ منکر سے بھی روکنے کا حکم دیا جائے اس لیے انکار منکر کی بھی تاکید کی گئی اور یہ قاعدہ تو مسلمات میں سے ہے کہ انکار منکر پر اگر اس سے بڑے منکر کا ارتکاب لازم آئے تو انکار منکر نہیں بلکہ خود بڑے منکر کا ارتکاب لازم آئے گا۔ شر کو دبانے اور بدی کو مٹانے پر اگر اس سے بڑا شر پھیل رہا ہو اور برائی اور زیادہ عام ہو رہی ہو یا اس سے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو وہاں وہ اسلوب حکیم و بلیغ اختیار کرنا ہوگا جس سے انکار منکر بھی لازم آئے اور کوئی فتنہ و خرخشہ بھی کھڑا نہ ہو۔ یا بدگمانی و غلط فہمی اور اختلاف و نفاق کا حکم نہ لگے اور نہ ضرر پہنچے۔

مثال کے طور پر آج دنیا کے اکثر ممالک خصوصاً وہ ملک جو سیکولرزم اور جمہوریت اور ڈیموکریسی کی راہ اپنائے ہوئے ہیں۔ ان میں احتجاج اور خاص طرح کے مظاہرے کی گنجائش اور اجازت ہوتی ہے۔ وہاں اپنے جائز حقوق کے مطالبے کے لئے بہت سے لوگ علامتی گرفتاریاں بھی دیتے ہیں جو اس بات کو درشاتا ہے کہ قانون ہمارے ساتھ ہے، ہم اس کے حقدار ہیں اور ہماری حکومت کو قانون وانصاف کی بنیاد پر ہمیں ہمارا حق دینا چاہیے، ہم اپنے مطالبے کو ہر سطح پر رکھ رہے ہیں، ہم نے تو گورنمنٹ اور حکام کی توجہ اس جانب مبذول کرائی۔ حکومت کو درخواست دی، ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا سہارا لیا اور پوری سنجیدگی سے ارباب حل وعقد اور حکومت کے اہلکاروں اور ذمہ داروں تک اپنی بات سنجیدگی سے اور دلیل کے ساتھ رکھی۔ قانون کے حوالے دیئے، اپنی ضرورتوں کو سامنے رکھا اور اپنی مجبوریاں بیان کیں۔ وزیر اعظم اور دیگر متعلقہ وزارتوں کی طرف رجوع کیا گیا۔ گورنر اور صدر جمہوریہ کو میمورنڈم پیش کیا گیا۔ مختلف جہات میں وفود بھیجے گئے، ثبوت فراہم کئے گئے۔ آنکڑے پیش کئے گئے، جیسا معاملہ رہا اس سے متعلق وزارتوں اور محکموں کا رخ کیا گیا اور بالآخر کورٹ کچہری تک نوبت جا پہنچی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ احتجاج ودھرنے کے ساتھ علامتی گرفتاری بھی دی گئی۔ اور حد تو یہ ہے کہ جیل بھرو تحریک بھی اس ملک اور جمہوریت میں روا رکھی گئی ہے۔ یہ سب اگر پر امن اور سنجیدہ طور پر انجام دیا جائے تو ہمارے ملک میں بھی اسے روا سمجھا جاتا ہے۔ ریلیاں نکالی جاتی ہیں، چکہ جام کیا جاتا ہے۔ سڑکوں پر نکلتے ہیں، حتی کہ جنتر منتر پر پرزور مطالبے کی بڑی بڑی مجالس بھی منعقد ہوتی ہیں اور بسا اوقات چکہ جام بھی کرنا پڑتا ہے۔ دنیا کی بہت ساری جمہوریتیں اس کی اجازت دیتی ہیں۔

ان سب سے کیا فوائد حاصل کئے جاتے ہیں؟ اور کس کس طرح کے نقصانات ہوتے ہیں؟ مادی ومعنوی، جانی واخلاقی کتنی قدریں پامال ہوتی ہیں اور کتنے نقصانات ہوتے ہیں؟ کتنے بیمار وتیماردار پریشان ہوتے ہیں؟ کس قدر ٹریفک اور آمد ورفت کے نظام درہم برہم ہوتے ہیں؟ کتنی فلائٹس، ٹرینیں اور میٹنگس مس ہوتی ہیں؟ سب کو معلوم ہے۔ ان سارے اعمال میں بھانت بھانت کے اور سیریس مسائل پیدا ہوتے ہیں اور اہم ترین سروسز اور سخت حاجت مند متاثر ہوتے ہیں۔ بیمار دم توڑ دیتے ہیں اور ایمبولینس وغیرہ چاہ کر بھی راہ نہیں پاتے کہ بیمار شفاخانے تک جا سکیں اور مریض علاج کرا سکیں، وہ راستے ہی میں دم توڑ جاتے ہیں۔ الغرض اس کے نقصانات بے شمار ہیں۔ احتجاج کرنے والوں، ضرورت مندوں اور مظلوموں کو ان سب سے کیا فوائد ومنافع اور حاجت براری ہوتی ہے میں اس کا منکر نہیں۔ مگر اس سے حکومتوں اور انتظامیہ سے جو ٹکراؤ اور تشدد کے واقعات، خواہ وہ کسی کی طرف سے ہوں، یا غلط فہمی اور کسی ناگزیر اور غیر معمولی واقعہ پیش آجانے کے بعد پیدا ہوتے ہوں وہ بذات خود بڑے سانحات ہوتے ہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ ان سے حکومتوں، اداروں اور کسی بھی نظام کے حق میں شر کا ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے کہ مقصد براری ہو نہ ہو، اس راہ سے دسیوں راہیں بے راہ روی کے کھل جاتی ہیں۔ بے شمار مشکلات، خراب حالات اور برا ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔ جو مقام ومرتبہ حکومتوں اور انتظامیہ کا تھا اور جو اس کا رعب اور وقار تھا وہ سب ختم ہونے لگتا ہے۔ ہم اس وقت ان باتوں پر تبصرہ اور اس کے خط وخال اور مفصل احوال واحکام لکھنے نہیں بیٹھے ہیں نہ اس کا موقع ومحل ہے۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ہماری جمہوریت میں ان سب باتوں کی بھلے ہی گنجائش رکھی گئی ہو اور لوگوں کو اظہار رائے اور اپنے حقوق ومطالبات رکھنے کے لئے یہ سب طریقے اپنانے کی گنجائش نکلتی ہو، مگر بہتر تو بہر حال نہیں کہا جا سکتا۔ ان تمام سلبیات کو دیکھ کر جو ذہن دماغ ایک مواطن، محبّ وطن اور اچھے شہری کا بننا چاہیے، وہ ہرگز نہیں بنتا۔ بلکہ یہ آزادی اس کو بے راہ روی اور ایسے ایسے رجحانات، خیالات اور بسا اوقات اقدامات پر آمادہ کرتے اور ان کا عادی بناتے ہیں اور اپوزیشن پارٹیوں کے تیور بدلنے کا ذریعہ بنتے ہیں کا اور کبھی کبھی آدمی خارجیت کا رخ

اختیار کر لیتا ہے اور ان سے گروہ بندی اور آپسی تناؤ کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح مختلف طرح کے طالع آزماؤں کو آپسی منافرت اور تفریق وتمزیق کا موقع مل جاتا ہے اور بسا اوقات بعض حکومتیں اسے ماننے کے بجائے کوئی دوسرا رخ دے دیتی ہیں۔ خود ان مظاہرہ اور احتجاج کرنے والوں کی طرف سے ایسے کلمات وہفوات سرزد ہو جاتے ہیں جو نامناسب بلکہ بھڑکاؤ ہوتے ہیں، اشتعال انگیز ہوتے ہیں اور بعضے سرپھرے کچھ غیر پسندیدہ عناصر اور شریر لوگ ان پر امن مظاہرین کی صفوں میں گھس کر کچھ ایسی حرکتیں اور آوازیں بلکہ نعرے لگا دیتے ہیں جن سے حالات بگڑنے لگتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماحول خراب کرنے کے لئے باہر کے لوگ پتھر بازی کرتے ہیں کہ پرامن جلوس یا احتجاج گویا پتھر بازی کر رہا ہے۔ قبل اس سے کہ ایجنسیاں اور انتظامیہ اور محکمہ حقائق کی چھان بین کریں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو، فساد کی کیفیت ہو جاتی ہے اور موقع پر پہنچی پولیس حالات کو سدھارنے کے لئے سخت قدم اٹھاتی ہے اور یوں غلط عناصر آگ اور فساد کی چنگاری بھڑکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جن قوموں اور ملکوں میں یہ باتیں آئے دن رونما ہوتی ہیں وہ ممالک پچھڑے پن کے شکار ہونے لگتے ہیں۔ ان کے عوام بگڑنے لگتے ہیں اور آئے دن نت نئے جھمیلے ہونے لگتے ہیں۔ کمیونزم کے شکار ممالک اور خود ہندوستان کے بعض صوبے اس صورتحال سے بہت پسماندگی کے شکار ہو گئے۔ قوموں کے اخلاق بگڑ گئے، قدریں گھٹ یا ختم ہو گئیں، مزاج بگڑ گئے، تعلیم متاثر ہو گئی اور اخلاقیات ومروت کا کباڑا ہو گیا۔

اور اگر ظالم وڈکٹیٹر ذہنیت کے حکام سے ان کا سابقہ پڑا تو انہوں نے اس کو کچلنے کے لئے بے انتہا مظالم ڈھائے، اس کے لئے نت نئے ہتھکنڈے استعمال کئے اور نسل کشی اور ظلم وبربریت کی انتہا کر دی۔ اس کی واضح مثالیں شام، فلسطین، عراق، لیبیا، تیونس، الجزائر، یمن اور بہت سے افریقی ممالک میں مل جائیں گی۔ قوم کے حقوق ان مظاہروں سے کیا حاصل ہوئے کہ الٹے ان کی جان ومال اور وجود کے لالے پڑ گئے اور ان پر ایسے مظالم ڈھائے گئے کہ بعضوں کا صفایا ہو گیا اور جو بچ گئے وہ خانماں برباد اور بے گھر اور دربدر ہو کر رہ گئے۔ بسا اوقات حالات اس وقت زیادہ خراب ہونے لگتے ہیں جب مظاہرین اور احتجاج کرنے والے اپنے مطالبات کو لے کر ضد پر اتر آتے ہیں اور بعض حکومتیں بھی اڑیل رویہ اپناتی ہیں۔ صورت حال بقول شاعر یوں بن جاتی ہے

ملک الموت کو ضد ہے کہ جاں لے کر ٹلوں
اور سربسجدہ ہے مسیحا کہ میری بات رہے

ہمارے وطن عزیز میں بھی جمہوری نظام قائم ہے اور یہاں ہر شہری کو اپنے دین، دھرم اور مذہب وشریعت پر آزادانہ چلنے اور اسے برتنے کے لئے قانونی، اخلاقی اور تاریخی ودستوری حق حاصل ہے۔ اس میں جب کسی کے حق کے سلب ہونے یا اس میں مداخلت کرنے کی بات آتی ہے تو مذکورہ مطالبے کی شکلیں کھلی ہوتی ہیں۔ ان سب ذرائع سے وہ اپنے حقوق کی بازیابی کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر اکثر حکومتیں سنتی ہی نہیں۔ ویسے بھی جمہور کی رائے کی اہمیت ہے۔ اس لئے حکومتیں بات سننے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اس لئے تمام ہندوستانیوں کو اپنے حقوق کے حصول کی خاطر پرامن احتجاج ودھرنے کی اجازت ہے۔ لیکن دینی اعتبار سے کسی بھی طرح احتجاج اور دھرنا ومظاہرہ صحیح نہیں؟ کم از کم اہل حدیث وسلفی حضرات اسے جائز نہیں سمجھتے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں اس طرح کے مطالبے جن میں احتجاج اور مظاہرے کی نوبت آئے صحیح نہیں ہے۔ لیکن اس کی قباحت عیاں ہونے کے باوجود عام ہندوستانی اور بسا اوقات مسلمان بھی یہ سب کرنے پر مجبور ہوتا ہے کیونکہ اس راستے کو نہ اپنانے سے اس کو اس کا حق نہیں مل پائے گا۔ اب ایسے میں مسلمان بھی بادل ناخواستہ ان ذرائع مطالبات اور احتجاجات کو اپنانے پر مجبور ومضطر ہوتا ہے۔ خصوصاً اہل حدیث کے یہاں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان کی نگاہ میں جائز ناجائز سے قطع نظر، یہ خارجیت وبغاوت کی راہ اور اس کی پہلی سیڑھی یا مقدمہ ہے اور جو ملک وملت اور جماعت کے لیے ناسور اور خطرناک ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ دوسرے مطالبہ ومظاہرہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دینے پر اقلیت یا مظلوم کی آواز ایوان ودیوان تک نہیں پہنچ پاتی، آواز کمزور ہو جاتی ہے۔ امت، اجتماعیت اور جماعت میں اختلاف اور بدگمانی پھیلتی ہے اور اہل حدیث عام مسلمانوں، اپنے حقوق کی خاطر لڑنے والوں اور احتجاج کرنے والوں کی نظر میں مطعون ہوتے ہیں اور عام دھارے سے ہٹے ہوئے ملت سے کٹے ہوئے شمار کیے جاتے ہیں، اس طرح وہ دوہرے کرب کے شکار ہوتے ہیں کہ اپنے حقوق، جمہور اور ملت کے اجتماعی معاملات میں پیچھے رہنے سے مطعون ہوتے ہیں، حقوق سے محروم ہوتے ہیں، عام دھارے سے کٹنے میں حق کا مطالبہ کرنے والوں کی آواز اور اجتماعیت کمزور ہوتی ہے۔ اگر صحیح اسلامی اصولوں، اسلاف کے نقش قدم اور کتاب وسنت پر گامزن رہتے ہیں جو اصل ہے اور یہی ہونا چاہیے اور خارجیت کی طرف لے جانے والی ہر حرکت سے بچنا چاہیے، اور مذکورہ تمام مجبوریوں کی وجہ سے انتشار، بدگمانی اور حقوق کے ضائع ہونے سے بچنے کے لئے اس اجتماعیت کا ساتھ دیتے ہیں تو کیا اس صورت حال کو اس قاعدے پر منطبق کیا جاسکتا ہے کہ

''الضرورات تبیح المحظورات ''؟ فقہاء اس سلسلے میں اچھی رائیں دے سکتے ہیں۔ حالات اور زمان ومکان کے بدلنے سے فتاوی بھی بدل جاتے ہیں، جیسے قواعد واقوال سے استیناس کیا جاسکتا ہے؟ فقہاء وعلماء بہتر باتیں کرسکتے ہیں۔ بعضے ایسے مسائل میں ''فمن اضطر غیر باغ ولا عاد '' جیسے نصوص سے بھی استنباط کرتے نظر آتے ہیں اور اس سب کے لیے گنجائش نکالتے نظر آتے ہیں جو بسا اوقات قیاس مع الفارق ہے اور جو فقہ عمیق اور فکر صائب اور فہم صحیح کے منافی ہوتا ہے۔

الغرض ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمانوں اور سارے ہندوستانیوں کو ہر معاملے خصوصاً اپنے پرسنل لا میں مساوی حقوق دیئے گئے ہیں اور مکمل آزادی قانونی طور پر بھی حاصل ہے۔ وہاں جب حالات متقاضی ہوں تو سلفی حضرات کو ان حرکات وسکنات اور معاملات میں کیا کرنا چاہیے؟ حق تو یہی ہے کہ سلف کا منہج وطریقہ احتجاج ومظاہرہ کا نہ تھا۔ یہی اصل اصول ہے۔

حقیقت میں یہ حالات مشکل، متعذر، پیچیدہ، گنجلک اور عویصات میں سے ہیں، جو بعض حالات میں درپیش ہوتے ہیں۔ عام حالات میں گرچہ حکومتیں اس کو جائز قرار دیتی ہوں، مگر سلفی منہج وفکر اور اس کے اصول میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس سلسلے میں عدم فہم نصوص، قیاس مع الفارق، پس منظر وپیش منظر اور دیگر باتوں کو ملحوظ رکھے بغیر بعضے حضرات دلیل پکڑنے میں دریغ نہیں کرتے، سلفی منہج پر اپنی درانتی چلاتے نہیں تھکتے اور الٹے اہل حدیث حضرات پر نصوص اور واقعات سلف سے منہ موڑنے کا الزام بھی دھرتے ہیں۔ اس میں سے ایک واقعہ اس بڑھیا کا ہے جس نے مہر اور قنطار کے مسئلے میں خلیفہ راشد حضرت عمر پر اعتراض کیا تھا۔ دوسرے ان کے حصے کی دونوں چادروں پر خصم بنایا تھا۔ اسی طرح امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب عید کے دن عیدگاہ میں اپنے خطاب میں ایک صاع کے بجائے آدھا صاع گندم بطور صدقۃ الفطر کی بات کہی تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے برملا فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غلہ ہو یا جو، کھجور، کشمش ایک صاع ہی نکالتے تھے۔ اشیاء کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی وجہ سے ناپ تول میں کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔

یہاں حاکم وقت پر اعتراض کا مسئلہ نہیں ہے، آداب واخلاق کے دائرے میں علم کے اظہار کا معاملہ ہے۔ جاننے والے کا فرض ہے کہ وہ کوئی حدیث یا قران کریم کی کوئی آیت جانتا ہے تو اگر وہ عام حالات میں اس مسئلے کو بتا سکتا ہے تو خاص حالات میں بھی اس کی طرف توجہ دلا سکتا ہے۔ صرف حاکم وقت کو تنبیہ اور اس پر نکیر یا اعتراض کا مسئلہ نہیں ہے یہ روزمرہ کی زندگی میں استاد وشاگرد، باپ بیٹے اور چھوٹے بڑے سب میں ہونا فطری بات ہے۔ دوسرے یہ کہ اس واقعہ میں اشیاء خوردنی میں قیمتوں کو ثمن کا لحاظ کیا گیا وہ نص کے مقابل میں تھا۔ اس لئے قیاس کے مقابلے میں صدقۃ الفطر والی حدیث سنادی اور تعامل عہد نبوی بتادیا کوئی فتنہ بھی نہیں ہوا اور اس معروف تعلیق اور مہذب وباادب مداخلت پر کوئی حساسیت بھی پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے جدال وبحث کا کوئی شوشہ ہی نہیں تھا۔ اسی طرح مہر میں مغالات ومبالغات کے ذریعہ شادی میں جب عام، سمپل اور سادہ حالات ومعاملات میں دخل زیادہ ہونے لگے اور لوگ اس کے عادی ہونے لگیں اور وہی سنت بنتی چلی جارہی ہو تو حاکم وقت کو تعزیراً اور تدبیراً ایسے اقدام کرنا پڑتے ہیں۔ مگر نفس مسئلہ کوئی حلال وحرام کا نہیں، قرآن کریم کے نص سے قریب تر بات ہونے کے ناطے اس عورت کا کہنا بشرط صحت استناد واقعہ اپنی جگہ ہے۔ اس لیے یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور اسے اعتراض واحتجاج پر محمول کرنا بھی غور وفکر کا موضوع ہے۔ ان تمام حالات وواقعات کے ساتھ ذوالخویصرۃ اور منافقین مدینہ کی بعض ریشہ دوانیاں اور اس طرح عذر لنگ اور دلیل تنگ کے ذریعہ فتنہ وفساد اور ''ان الحکم الا اللہ'' کے قبیل کے واقعات کو'' کلمۃ حق عند سلطان جائر'' وغیرہ کے تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے۔ آج اسلامی دور اول کے حالات واقعات جو خوارج اور ان جیسے لوگ جن کے بسا اوقات وقت کے بہت سے اولیاء اللہ اور علم وعمل کے پیکر بھی فتنوں کے شکار ہوگئے اور امت کو اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی۔ ان اقدامات وعواقب پر ائمہ ربانیین کے اقوال کی روشنی میں غور کرنا چاہیے اور اپنے حقوق کی بحالی وبازیابی کے لئے اپنے اسلاف کے نمونہ کو اپنانا چاہیے۔ اعتراض واحتجاج اور بغاوت وخروج کرنے والے جس طرح کے حالات سے دوچار ہوئے اور اب خود ممالک اسلامیہ کو جن دگرگوں اور خوں چکاں حالات سے دوچار ہونا پڑا اور سلف، صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ ومحدثین عظام رحمہم اللہ کی اکثریت نے جو راہ اپنائی اور جس صبر وہمت، حکمت وموعظت اور ثبات قدمی سے کام لیا۔ وہی جو اسلامی ادوار وفتوحات اور ان کے زریں کارنامے، علوم وفنون اور دنیا جہان میں خیر امت اور عظیم امت بننے کا راز تھا وہی آج بھی علمی، دینی، معاشی اور اخلاقی طور پر ہمارے لیے تراث وتذکار، لائق صد فخر اور قابل قدر سرمایہ اور نشان راہ ہے اور جن کی ہم دعا وتمنا کرتے ہیں کہ

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

☆☆☆

الجماعۃ کیا ہے؟

ڈاکٹر رفیع اللہ مسعود تیمی

دوسری روایت میں ہے کہ الجماعۃ اور نجات پانے والا وہ کونسا گروہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **تفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة كلهن في النار الا واحدة قالوا وما تلك الفرقة؟ قال: ما أنا عليه اليوم وأصحابي. (الطبراني في الصغير بحواله مجمع الزوائد : ١/ ١٨٩)**

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور یہ سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک (فرقہ) کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ فرقہ اس منہج وطریقہ پر عمل پیرا ہوگا) جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت سارے طرق سے مروی ہے، جن میں سے میں نے سات طرق جمع کیے ہیں۔ (الصحیحۃ: ۱/۳۶۰)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے "الجماعۃ" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جماعت سے مراد اہل علم کے نزدیک فقہ والے (دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے)، علم والے اور حدیث والے ہیں۔ اور عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا گیا کہ جماعت سے کون مراد ہیں تو انہوں نے بیان فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے کہا گیا: وہ تو وفات پا چکے ہیں تو انہوں نے فرمایا: فلاں اور فلاں ان سے کہا گیا: فلاں اور فلاں بھی وفات پا گئے۔ تو انہوں نے فرمایا: ابوحمزہ السکری جماعت ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ابوحمزہ محمد بن میمون ہیں اور وہ نیک بزرگ تھے۔ (دیکھئے: مشکوۃ المصابیح: ۱/۶۱)

ان تمام احادیث وبیانات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جماعت کی بڑی وقعت وعظمت ہے، وہ جماعت جو ہمیشہ کتاب وسنت پر قائم رہے گی۔ معاشرہ کتنا بھی گیا گزرا ہوجائے، لوگ بدعت وضلالت کے عادی ہوجائیں، تمام برائیاں امت میں عود کر آئیں، ایسے سماج میں کوئی تن تنہا حق پر ڈٹا رہے تو وہی جماعت ہے اور دین حق اسی کے پاس ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ فتنوں کے دور میں جماعت کی شناخت بڑی مشکل امر ہوگی حالانکہ یہ بات بھی بیان فرما کر واضح کر دیا کہ دین کے معاملہ میں لوگ قرآن وحدیث کی اتباع کے بجائے اپنے عقلی گھوڑے دوڑائیں گے اور قیاس کو اپنا معیار فہم دین قرار دیں گے، اور یہ بڑی خطرناک بات ہوگی۔ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے: **عن عوف بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تفترق امتي على بضع وسبعين فرقة اعظمها فتنة على امتي قوم يقيسون الأمور برأيهم فيحلون الحرام ويحرمون الحلال.** (دیکھئے: مجمع الزوائد: ۱/۱۷۹، مستدرک حاکم: ۴/۴۳۰)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میری امت ستر (۷۰) سے کچھ اوپر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ میری امت پر فرقوں کا بڑا فتنہ وہ قوم ہوگی جو (دینی) معاملات میں اپنی رائے سے قیاس کرے گی، چنانچہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے گی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اصول میں اہم ترین حدیث قرار دیا ہے۔

اس طرح کی بیان کردہ حدیثوں کی روشنی میں بہتر فرقوں کا جہنم رسید ہونے کا بنیادی سبب صراط مستقیم سے برگشتہ ہونا اور بھٹک جانا ہے۔ بدعات وضلالات کی راہوں پر گامزن رہنا ہے۔ اصل اسلام سے ہٹ کر قیاس ورائے پر مبنی اسلام کو اختیار کر کے ہدایت کے لیے کافی جاننا ہے، حالانکہ احادیث صحیحہ کو ترک کر کے خود ساختہ اصولوں پر مبنی دین پر عمل گمراہی ہے اور یہی گمراہی انس وجن کو جہنم میں لے جانے والی ہے۔ خاص طور سے حلت وحرمت کا اصول تو قرآن واحادیث صحیحہ کے اصولوں سے ہی میل کھانے چاہئیں، ورنہ گمراہی کے لیے اپنا مفروضہ معیار حلت وحرمت ہی کافی ہے۔

جماعت کو کہیں فرقہ، کہیں طائفہ اور کہیں مختلف الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود مسلمین کو بھی فرقہ سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبہ: ۱۲۲) یہ بات مناسب نہیں ہے کہ تمام مومنین ہی جہاد کے لیے چلے جائیں، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ نکلیں، تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں، اور جب اپنی قوم کے پاس واپس لوٹیں تو انہیں اللہ سے ڈرائیں، تاکہ وہ برے کاموں سے پرہیز کریں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فرقہ سے تعبیر کیا ہے جو مطلق گروہ کے معنی میں ہے یعنی ہر کام کے لیے الگ گروہ۔

قرآن کریم میں گروہ کے معنی میں لفظ "فریق" بھی مستعمل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (الشوری: ۷) اور اسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان میں ایک قرآن کی وحی کی ہے، تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیے، اور انہیں جمع ہونے کے اس دن سے ڈرائیے جس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں ہے، ایک گروہ جنت

میں جائے گا اور ایک گروہ جہنم میں جائے گا۔

اس آیت کریمہ میں جنتیوں اور جہنمیوں کے سلسلے میں فریق کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے صاف طور پر واضح ہے کہ یہ لفظ اپنے وضع کے اعتبار سے مطلقا بڑا نہیں ہے ہاں جب اس لفظ کے ساتھ اچھے اوصاف ملے ہوئے ہوں تو وہ لفظ اچھوں کے لیے ہوگا اور جب برے اوصاف کے ساتھ یہ لفظ مستعمل ہو تو وہ لفظ برے کے لیے ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ میں لفظ فریق سے پتہ چلتا ہے۔

جماعت کو احادیث صحیحہ میں ''طائفہ'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ جماعت ہمیشہ تا قیام قیامت حق پر غالب رہے گی، گرچہ ان کی تعداد بہت ہی مختصر کیوں نہ ہو، اور ناحق پر رہنے والوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو، غلبہ حق کے لیے قلت وکثرت کا معیار مقرر نہیں ہے بلکہ اتباع کتاب وسنت معیار ہے۔اشخاص دنیا کے کسی ملک یا خطے میں تھوڑے ہی ہوں لیکن قرآن وحدیث کے سچے پیروکار ہوں۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علی الحق لایضرهم من خذلهم حتی یاتی امر الله وهم كذلك (صحيح مسلم: ٣٥٤٤ كتاب الامارة) میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا، اسے رسوا کرنے والا اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی طرح رہے گا۔

عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علی الحق حتی تقوم الساعة (مستدرک حاکم: ٨٣٨٩ كتاب الفتن والملاحم) میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لا تزال طائفة من امتی يقاتلون علی الحق ظاهرين علی من ناواهم حتی يقاتل آخرهم المسيح الدجال (صحيح مسلم: ٣٥٤٤ كتاب الامارة)** میری امت کا ایک گروہ قتال کرے گا، وہ حق پر رہے گا، اپنے مخالفین پر غالب رہے گا، یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی مسیح دجال سے قتال کرے گا۔

جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لا تزال طائفة من امتی يقاتلون علی الحق ظاهرين الی يوم القيامة، قال: فينزل عيسی ابن مريم صلی الله عليه وسلم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا، ان بعضكم لبعض أمراء تكرمة الله عزوجل لهذه الأمة. (صحیح مسلم: ۲۲۵، کتاب الامارۃ) میری امت میں سے ایک گروہ قیامت تک حق پر قتال کرے گا، فرمایا: پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو اس گروہ کا امیر عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا: آئیں، ہمیں نماز پڑھائیں۔ وہ کہیں گے۔ میں نہیں پڑھاؤں گا، تم میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس امت کے لیے عزت وتکریم ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لا تزال طائفة من امتی قوامة علی امر الله لا يضرها من خالفها** (صحیح متن ابن ماجہ: ۷، کتاب المقدمۃ) میری امت کا ایک گروہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، کسی کی مخالفت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: میری امت کی ایک جماعت اللہ کے حکم پر قتال کرے گی، غالب رہے گی۔ اس کی مخالفت کرنے والے اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اس حالت پر رہے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۵۵، کتاب الامارۃ)

بعض حدیثوں میں امہ اور بعض میں اناس من امتی اور بعض میں عصابۃ من المسلمین کے الفاظ ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنا: **لا يزال من امتی امة قائمة بأمر الله لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی ياتی امر الله وهم علی ذلك** (صحیح بخاری: ۳۳۶۹ کتاب المناقب) میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر ثابت قدم رہے گی، اس کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، نہ ہی اس کی مخالفت کرنے والا اس کا کچھ بگاڑ سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے، اور وہ اس حالت پر ہوگا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ (حق کے ساتھ) غالب رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی طرح ہوں گے۔ (صحیح بخاری: ۳۳۶۸)

جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لن يبرح هذا الدين قائما يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتی تقوم الساعة (صحیح مسلم: ۳۵۴۶) یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، اس کے لیے مسلمانوں کا ایک گروہ قتال کرے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

ان تمام حدیثوں کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیامت تک امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت، خواہ وہ کسی ملک یا دنیا کے کسی خطے میں آبا ہو، حق کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے گی اور وہ حقیقی معنوں میں کتاب وسنت کا متبع ہوگی۔ کوئی طاغوتی طاقت اس جماعت کو مٹا نہ سکے گی۔ ان حدیثوں میں گرچہ ان لوگوں کی واضح علامات بیان نہیں کی گئی ہیں کہ وہ کون لوگ ہوں گے، لیکن حدیثوں میں مذکور الفاظ ''طائفہ من امتی'' اناس من امتی، ''امۃ'' ''عصابۃ من المسلمین'' ''قوم من امتی'' سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے ہی کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو حقیقتاً دین حق پر قائم رہیں گے، حق کی خاطر اپنی جانفشانیاں جاری رکھیں گے اور عام مسلمانوں سے ممتاز ہوں گے، اور حدیث میں لاتزال اور لن یبرح کے الفاظ سے ان کے وجود دائمی کا پتہ چلتا ہے کہ یہ جماعت حقہ، طائفہ منصورہ کا قیام قیامت تک باقی رہے گی۔

(جاری)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا محمد محب اللہ المحمدی

عقیدہ توحید کی اہمیت

عقیدہ توحید ہی شریعتِ اسلام کی اساس و بنیاد ہے،عقیدہ توحید ہی سب سے پہلا فرض ہے جس کا اقرار واعتراف کرنا اور اسے قلب وقالب سے قبول کرنا اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا ہر مومن پر واجب ہے،عقیدہ توحید ہی وہ چیز ہے جس کے بغیر کوئی انسان دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا،مسلمانوں نے بہت ساری قربانیاں دیں مصیبتوں کو برداشت کیا،عیش وراحت اور تفرغ وتنعم کی زندگی سے دور ہوگئے عقیدہ توحید ہی وہ حدامتیاز اور خط فاصل ہے جس سے کافر مشرک ملحد وزندیق اور موحد وصحیح العقیدہ مسلمان کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

آپ ذرا صحابہ کرام وتابعین عظام واسلاف امت کی سیرت طیبہ کو پڑھ کر دیکھئے یا قرن اول کے موحد وجان نثار مسلمانوں کے قصص وواقعات پڑھئے کہ توحید کی حقانیت جب ان لوگوں کے دلوں میں بیٹھنے لگی تو ہر آنے والی مصیبت ان کے لئے سہل ہونے لگی۔سیدنا بلال حبشی رضی اللہ کا گرم پتھروں اور کوئلوں پر احد احد پکارنا،سید ناخبیب رضی اللہ کا شہادت سے قبل دو رکعت پڑھنے کی اجازت طلب کرنا،سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بوقت وفات شہادت کی حسرت میں رونا حالانکہ ان کے جسم کا ہر حصہ اللہ کی راہ میں دشمن کے وار کا نشانہ بن چکا تھا۔اسی طرح تبوک میں مالی ومعاشی مشکلات پر صبر واستقامت سے رہنا، نیز صحابیات کا اپنے بیٹوں کی شہادت پر صبر کرنا بلکہ خوش ہونا اور اس قسم کے بیشمار واقعات جو تاریخ اسلام کے شاہکار ہیں سب اس حقیقت پر دلالت کناں ہیں کہ وہ توحید کو دل کی گہرائیوں سے جان چکے تھے اور اس کی عاقبت محمودہ پر ایمان رکھتے تھے یہی وہ حلاوۃ الایمان (ایمان کی مٹھاس) ہے جس کا ذکر صحیحین کی روایات میں موجود ہے کہ وہی شخص ایمان کی لذت کو پا سکتا ہے جو تین صفات کا حامل ہو،ان میں سے ایک صفت یہ ہے

ویکره ان یعود فی الکفر بعد ان انقذه الله منه کما یکره ان یلقی فی النار جب اللہ نے اس کو کفر کی حالت سے نکال دیا تو وہ اس میں دوبارہ جانے کو اس طرح برا سمجھے جس طرح کہ آگ میں ڈالنے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

عقیدہ توحید کے فوائد و ثمرات: عقیدہ توحید کے ثمرات و فوائد بہت زیادہ ہیں دنیا وآخرت کی سعادت پاکیزہ زندگی اور سکون واطمینان عقیدہ توحید کے اپنانے پر ہی منحصر ہے۔

1۔دنیا وآخرت میں امن وامان اور سعادت وخوشحالی عقیدہ توحید کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ [الانعام ۸۲] جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم" یعنی ایمان کو شرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا۔ اولئک لهم الأمن وهم مهتدون "یہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔یعنی وہ ہر قسم کے خوف سے مامون ہوں گے،عذاب اور شقاوت وغیرہ میں سے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی سے نوازے جائیں گے۔اگر انہوں نے اپنے ایمان کو کسی قسم کے ظلم سے ملوث نہ کیا ہوگا یعنی انہوں نے شرک کیا ہوگا نہ گناہ،تو انہیں امن کامل اور ہدایت تام نصیب ہوگی۔آیت کریمہ کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ جنہیں یہ دو امور حاصل نہیں وہ ہدایت اور امن سے محروم رہیں گے بلکہ ان کے نصیب میں بدبختی اور گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

2۔اللہ تعالی کی طرف سے نصرت ومدد،،سلطنت وتمکنت کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ بندہ کا عقیدہ توحید مضبوط ہوں شرک کی نجاستوں میں ملوث نہ ہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [النور۵۵] ترجمہ۔تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالی وعدہ فرما چکا ہے کہ انھیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کو وہ امن امان سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

صاحب تفسیر تسہیل البیان لکھتے ہیں کہ۔اس آیت سے بعض نے اس وعدہ الٰہی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔لیکن اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔قرآن کے الفاظ عام اور عمل صالحہ کے ساتھ مشروط ہیں۔البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اور عہد خیر القرون میں اس وعدہ الٰہی کا ظہور ہوا۔اللہ تعالی نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا،اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا،پہلے مسلمان کفار عرب سے ڈرتے تھے،پھر اس کے برعکس معاملہ ہوگیا،نبی صلی اللہ علیہ

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

جریدہ پندرہ روزہ ترجمان دہلی

رب کی پسند و ناپسند

مولانا ابومعاویہ شارب السلفی، بہار

رب کو چھینک پسند اور جمائی ناپسند ہے:

جن چیزوں کو اللہ رب العزت پسند کرتا ہے اس میں سے ایک چیز چھینک ہے اور جس چیز کو اللہ رب العزت ناپسند کرتا ہے اس میں سے ایک چیز جمائی ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ " بے شک کہ اللہ رب العزت کو چھینک پسند اور جمائی ناپسند ہے،" فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ " پس جب تم میں سے کوئی چھینکے تو وہ الحمدللہ ضرور کہے اور جو مسلمان بھی چھینکنے والے کو الحمدللہ کہتا سنے تو اس کے اوپر یہ واجب ہے کہ وہ اس کا جواب دے اور وہ یرحمک اللہ کہے، "وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ " اب رہا جمائی کا مسئلہ تو یہ جمائی رب کو اس لئے ناپسند ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اس لئے "فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ " جہاں تک ہو سکے تم جمائی کو روکو، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ کوئی جمائی کے وقت "وَلَا يَقُلْ هَاهْ هَاهْ "ھا ھا نہ کرے۔ (ابوداؤد:5028، اسنادہ صحیح) کیونکہ "فَإِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ " جب کوئی انسان جمائی کے وقت ھا ھا کرتا ہے تو شیطان اس کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔ (بخاری:6223) اور ترمذی شریف کے اندر یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے کہ "الْعُطَاسُ مِنَ اللَّهِ وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ "چھینک اللہ کی جانب سے اور جمائی شیطان کی جانب سے آتی ہے اس لئے "فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ " جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لے، اور اگر کوئی انسان " وَإِذَا قَالَ آهْ آهْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ مِنْ جَوْفِهِ " جمائی کے وقت میں آہ آہ کرتا ہے تو شیطان اس کے اندر سے ہنستا ہے۔ (ترمذی: 2746، اسنادہ صحیح) میرے دوستو! جمائی آنے پر شیطان صرف ہنستا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں داخل بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے "إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلَى فِيهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ "جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا منہ بند رکھے، کیونکہ بلاشک وشبہ اس میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد:5026، اسنادہ صحیح) پتہ یہ چلا کہ جب کبھی بھی جمائی آئے تو ہر حال میں اس کو روکنی چاہئے، کبھی کبھار دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ دوران نماز بھی ہاہا کرتے رہتے ہیں اور شیطان کو ہنسنے کا موقع دیتے رہتے ہیں اس لئے اگر دوران نماز کسی کو جمائی آئے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ اپنی طاقت بھر اس کو روکے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے " فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ " اگر دوران نماز کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے وہ منہ بند رکھنے کی کوشش کرے۔ (ابوداؤد:5027، اسنادہ صحیح) حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ صحیح بخاری حدیث نمبر 6226 کے تحت لکھتے ہیں کہ شیطان کے ہنسنے کی دو وجہیں ہیں، نمبر ایک " جماہی آنے سے چہرہ بگڑتا ہے اور انسان ہا ہا کی آواز نکالتا ہے، شیطان اس صورت میں انسان کا مذاق اڑاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ " وہ یعنی کہ شیطان خوشی سے ہنستا ہے کیونکہ جماہی سستی اور کاہلی کی علامت ہے جو شیطان کو پسند ہے، اس لئے کہ کاہلی کی وجہ سے انسان بہت سی نیکیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ (ھدایۃ القاری شرح صحیح بخاری، اردو حدیث نمبر:6226) شیطان ہماری جمائی سے کتنا خوش وخرم ہوتا ہے اور ہمارا مذاق اڑاتا ہے اس لئے ہر وقت جمائی کو حتی المقدور روکیں، اور اگر روک نہ سکیں تو اپنے منہ پر اپنا ہاتھ اچھی طرح سے رکھ لیں اور جانور کی طرح ہا ہا کی آواز کسی بھی حال میں نہ نکالیں اور نہ ہی چٹکی بجائیں، سماج ومعاشرے کے اندر دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ جمائی آنے پر اپنے منہ کے سامنے میں چٹکی بجاتے ہیں جب کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور میں تو یہ کہوں گا کہ یہ بھی ایک شیطانی حرکت ہی ہے کیونکہ سیٹی وغیرہ تو شیطان کو پسند ہے اور چٹکی بجانے سے سیٹی ہی کی طرح آواز بھی آتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

رب العزت کو تین کام پسند اور تین کام ناپسند ہیں:

میرے دوستو! اب میں آپ کو ایک ایسی حدیث سنانے جا رہا ہوں جس کے اندر کچھ ایسی باتوں کا تذکرہ ہے جو رب کو بہت پسند ہیں مگر ہم وہ اپناتے نہیں ہیں اور کچھ ایسی باتیں ہیں جو رب کو بالکل بھی پسند نہیں ہیں مگر ہم اسے بڑے ہی ذوق وشوق سے اپناتے ہیں، آیئے سب سے پہلے وہ حدیث سنتے ہیں، سیدنا قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!" أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ " آپ مجھے یہ بتائیں کہ اللہ کے نزدیک محبوب اعمال کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "إِيمَانٌ بِاللَّهِ " اللہ پر ایمان لانا" پھر اس نے پوچھا کہ اس کے بعد اللہ کے نزدیک محبوب اعمال کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ " ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ "صلہ رحمی کرنا، (اور ایک دوسری روایت کے اندر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا" ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ " نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یہ بھی

اللہ کو بہت پسند ہے) پھر اس نے پوچھا کہ " أَيُّ الْأَعْمَالِ أَبْغَضُ إِلَى اللَّهِ " اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ اللہ کے نزدیک قابل نفرت عمل کیا کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ "الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، پھر اس نے پوچھا کہ اس کے بعد اللہ کے نزدیک قابل نفرت عمل کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ " ثُمَّ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ "رشتے ناطے کو توڑنا، پھر اس نے یہ پوچھا کہ اس کے بعد اللہ کے نزدیک قابل نفرت حرکت کون سی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ " ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمُنْكَرِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمَعْرُوفِ " برائی کا حکم دینا اور نیکی سے روکنا۔ (مسند ابویعلی:6893، صحیح الجامع للألبانیؒ:95، صحیح الترغیب والترھیب:2522) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو کیا کیا پسند ہیں اور کیا ناپسند ہیں مگر آپ دیکھیں گے اکثر مسلمان آج کل جو اللہ کو پسند ہے وہ کام تو ہرگز نہیں کرتے ہیں مگر جو کام رب کو ناپسند ہے اور جس حرکت سے رب کو نفرت ہے، آج کا مسلمان اسی کام میں پیش پیش رہتا ہے، اب دیکھئے رب کو توحید پسند اور شرک ناپسند ہے تو آج کل کے مسلمانوں کو توحید سے نفرت اور شرک سے محبت ہے، رب کو صلہ رحمی پسند اور قطع رحمی ناپسند ہے تو آج کل کے مسلمانوں کو آپ دیکھیں گے کہ معمولی معمولی باتوں پر رشتے داروں سے قطع تعلق کر کے منہ پھیر لیتے ہیں اور پھر برسوں برسوں تک ایک دوسرے سے سلام وکلام بھی نہیں کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اسی طرح سے آپ دیکھیں گے کہ لوگ ایک دوسرے کو نماز روزہ اور دیگر نیکیوں اور اچھائیوں کی دعوت نہیں دیں گے مگر وہ ایک دوسرے کو گناہ اور حرام کاریوں اور حرام بازیوں کی طرف ضرور بلائیں گے، ایک دوست اپنے دوست کو حرام کاری اور دیگر گناہوں کے کاموں کی دعوت تو ضرور دے گا مگر وہی دوست اپنے دوست کو نیکیوں کی طرف بلانے میں شرم وعار محسوس کرتا ہے۔ جو کام رب کو ناپسند ہوں اگر مسلمان وہی کرنے لگے تو کیا مسلمان دین ودنیا میں کامیاب وکامران ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ انہیں سب حرکتوں کی وجہ سے ہی تو مسلمانوں کے اوپر خود ان کے ملک اور ان کی سرزمین پر ان کے عرصۂ حیات کو تنگ کیا جارہا ہے مگر پھر بھی مسلمانوں اپنی بری حرکتوں سے باز نہیں آرہا ہے، اے مسلمانوں! سن لو! اب بھی وقت ہے، جاگو اور بیدار ہو جاؤ، اور اپنے آپ کو ہر اس کام اور ہر اس حرکت سے دور کر لو جو رب کو پسند نہیں ہے ورنہ تمہاری ہلاکت وبربادی بالکل ہی یقینی ہے۔

اب آخر میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اے بار الہ تو ہم سب کو ہمیشہ ان کاموں سے دور رکھ جو تجھے پسند نہیں ہے اور تو ہم سب کو ان تمام کاموں کو اپنانے کی توفیق عطا فرما جن جن کو تو پسند فرماتا ہے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۹ کا)

وسلم نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تن تنہا چلے گی اور بیت اللہ کا آ کر طواف کرے گی، اسے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گے۔ (بخاری: ۵۹۵۳) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: "اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا، پس میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے دیکھے، عنقریب میری امت کا دائرہ اقتدار وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی۔ (مسلم:۹۸۸۲)

حکمرانی کی یہ وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی اور فارس وشام اور مصرو افریقہ اور دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید وسنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہوگئیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرایا، لیکن یہ وعدہ چونکہ مشروط تھا، لہٰذا جب مسلمان ایمان میں کمزور اور عمل صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان کی عزت کو ذلت میں، ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور ان کے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا۔ (بحوالہ۔ تسہیل البیان فی تفسیر القرآن۔)

3۔ قبر میں ثبات قدمی عقیدہ توحید ہی کی وجہ سے ممکن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (ابراہیم:۲۷) ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔

یہاں قول ثابت سے مراد کلمہ شہادت اور عقیدہ توحید ہے۔ وفی الآخرۃ ۔ اس سے مراد قبر میں سوال وجواب ہے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا اقعد المومن فی قبرہ أتی ثم شھد ان لا الہ الا اللہ، وأن محمدا رسولاللہ، فذالک قولہ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (ابراہیم:۲۷) "جب مومن کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پھر وہ شہادت دیتا ہے: اشہد ان لا الہ الا اللہ محمدا رسول اللہ چنانچہ اللہ کے اس فرمان: يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ کا یہی مطلب ہے۔" [بخاری، الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر :۹۶۳۱] صحیح بخاری ہی میں اس کے بعد والی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں اتری۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدہ توحید پر استقامت وثبات قدمی عطا فرمائے، شرک وبدعت سے دور رکھے اور ہمارے خاتمہ عقیدہ توحید پر ہی ہو۔ آمین۔ ☆☆

”هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا“

(بادل پھٹنے اور زمین دھنسنے کے تناظر میں)

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ساری خدائی، سارا سنسار اور دنیا و جہان ہے اور اسی کو زیبا ساری بڑائی ہے۔ وہی حقیقی مالک، متصرف، مختار کل اور اپنی مرضی کا مالک ہے۔ تنہا حکم اس کا چلتا ہے۔ یہاں جو کچھ پھلتا پھولتا ہے، کھلتا مچلتا ہے، مٹتا مرتا ہے، اٹھتا بیٹھتا، لہلہاتا مرجھاتا، پھٹتا دھنستا، برستا برساتا، بہتا بہاتا اور قیامت کا سا منظر پیش کرتا ہے، سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکیمانہ عمل کا مظہر ہے۔ کبھی وہ توشۂ آخرت، ذریعہ رحمت و رافت اور باعث شادمانی و مسرت بنتا ہے اور کبھی وہ سامان عبرت و موعظت اور نصیحت بن جاتا ہے اور اس کے متاثرین سراپا تماشہ بن جاتے ہیں، یا مرجع خلائق کہلاتے ہیں۔ بایں معنیٰ کہ ”مرگ انبوہ جشنے دارد“۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ“ (الملک:۱) ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

یعنی سارا جہاں اور ساری حکومت وسلطنت، جاہ وحشمت اور کبریائی اسی کو لائق وزیبا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس میں تھوڑا اختیار بندوں کو دے کر دیکھا جائے اور آزمایا جائے۔ اس لیے اس کو جو قدرے قلیل اور حقیر وضئیل اختیار ملا ہے، اس پر بھی مراقبہ و نگرانی ہے اور وہ اختیارات کاملہ وقادرہ کے تحت، زیر نگرانی اور تابع ہے اور پوری انسانی زندگی کا ماحصل یہی ہے۔ گویا زندگی اور موت کا کھیل اسی لیے ہے کہ پتہ چل سکے کہ وہ ان عارضی ومستعار اوقات، ادنیٰ طاقت، سنہرے لمحات اور محدود اختیارات کو کیسے استعمال کرتا ہے۔ ”الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ“ (الملک:۲) ”جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔“

یعنی اپنے عمل میں کون کتنا اور کس قدر مخلص ترین اور بہترین ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنی مرضی کے مطابق ہر چیز میں تصرف فرماتے ہیں اور نظام عالم کو چلاتے ہیں۔ وہ دانا ہیں اور حکیم بھی اور حکیم کا کوئی کام حکمت و دانائی سے خالی نہیں۔ یہ عام آدمی جانتا بھی ہے اور مانتا بھی ہے اور انسانوں میں جو دانا و حکیم ہیں ان کے بارے میں بھی وہ یہی کہتا پھرتا اور یقین کرتا ہے۔ پھر وہ جو احکم الحاکمین، حاکم کون و مکاں اور مالک ارض وسماء اور رب کائنات ہے، اس کی حکمت پر مبنی افعال اور حکمتوں کو کون جان سکتا ہے اور اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ وہ ”فعال لما یرید“ ہے۔ اسی طرح وہ حکیم مطلق، علیم وخبیر اور خالق خیر وفلاح ہے۔ جب چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے، کر گزرتا ہے۔ کبھی اسباب سے جوڑ کر اور کبھی علل اور ملل ونحل کو وجہ قرار دے کر۔ اسے کسی بھی علت وسبب کی نہ حاجت ہے اور نہ مسئولیت ہے۔ وہ صمد اور غنی و بے نیاز ہے۔ مگر بندوں کی بھلائی کی خاطر اس نے اسباب وذرائع اور مختلف حیلے و بہانے متعین فرما دیئے ہیں اور یوں حیلے اور بہانے سے موت وزیست کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ جس طرح اس نے موت وحیات اور جینے مرنے کے اسباب طے کیے ہیں اسی طرح وہ ان اسباب کے بھی وجوہات پیدا کرتا ہے۔

حالیہ دنوں اتر کاشی اور جموں میں جو ہولناک جانی و مالی تباہی ہوئی ہے، اس کا سبب سب بتا رہے ہیں کہ بادلوں کا پھٹنا ہے۔ دھرالی اور کشتواڑ وغیرہ کی بستیاں اور خیمے بڑے پیمانے پر بہہ گئے، بھاری تباہی مچی اور جان و مال کا بڑا نقصان ہوا۔ کیا ان سب کا سبب بادلوں کا پھٹنا نہیں ہے؟

سب تو یہی کہہ رہے ہیں اور جب معاملہ ایسا ہی ہے تو سب کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیسے بادل منڈلا رہے ہیں؟ سروں پر چھا رہے ہیں، باد و باراں کی خوشیاں لہرا رہے ہیں اور عنقریب رم جھم بارش ہریالی، پھولوں کی لالی اور سرسبز و شاداب ڈالی سے دل کو بہلا رہی ہے اور اس کی ہلکی پھلکی پھوہار قلب وجگر میں مسرت اور دل ودماغ میں فرحت وشادمانی پیدا کر رہی ہے اور ہر دل کو بھا رہی ہے۔ کتنا سہانا موسم ہے اور موڈ کتنا بنا ہوا ہے؟ جب یہ بادل اٹھ رہے تھے تو کتنا دلفریب منظر ہو رہا تھا، کس قدر تڑپ بڑھا رہا تھا اور جذبات کو برانگیختہ اور شعور وسرود کو ابھار رہا تھا اور وفور اشتیاق سے بے تاب ہو کر بے ساختہ زبانوں پر بار بار آ رہا تھا؟ کہ ”هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا“ ”یہ ابر ہم پر برسنے والا ہے“ (الاحقاف:۲۴) حالانکہ وہ بادل ہر چیز انسانوں، حیوانوں، درختوں، مکانوں وغیرہ کی مکمل تباہی کے لیے آ رہا تھا۔ یعنی عذاب ہی عذاب اور دوسری جگہ بادل ثواب ہی ثواب۔ اللہ عز شانہ کا ارشاد ہے: ”وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ“۔ (الاعراف:۵۷) ”اور وہی اللہ ہے جو اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں

کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں، پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔''

اب موج مستی کرنے والوں، اللہ کے مناظر قدرت، محاسن صنعت اور اس کی کاریگری کا مشاہدہ کرنے والوں، سیر و تفریح سے من بہلانے والوں، بادِ نسیم کے جھونکوں سے قلب و روح اور جسم و جان کو اطمینان و سکون بخشنے والوں، عیش و طرب کی محفلیں جمانے والوں، اللہ جل جلالہ کی قدرت کاملہ اور اس کی صفات جمالی و کمالی اور افضال و انعام سے مستفید ہو کر اور اس کا مشاہدہ کرنے والوں، دلوں کو نور یقین سے بھرنے والوں اور رب و منعم حقیقی کے شکر گزار بننے والوں کے لیے پہاڑوں اور وادیوں میں گل و لالہ عبرت و نصیحت کا ذریعہ بن رہا تھا اور جس سے دنیا کے متوالوں کا من بہل رہا تھا اور وہ مگن ہو رہے تھے، اور اسی کو سب کچھ سمجھ رہے تھے، کچھ زبان حال و قال سے کہہ رہے تھے کہ ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست''، جبکہ کچھ ''وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ'' ''اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے'' (العنکبوت:۶۴) کی تفسیر بنے ہوئے تھے۔ الغرض سب ''كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ'' ''ہر شخص اپنے طریقہ پر عامل ہے'' (بنی اسرائیل:۸۴) کا مصداق بنے ہوئے تھے۔ لہو و لعب اور کھیل و تفریح کرنے والوں کی اپنی ایک الگ منطق ہوتی ہے اور عجائب قدرت کے نظاروں، اس کی نشانیوں اور نعمتوں کے مشاہدے سے نصیحت پکڑنے والوں کے لیے خوشیوں کی سوغات۔ موسم برسات اور خوشگوار ماحول و معاشرت کا سماں، جو کتنے ہی پژمردہ دلوں اور حزین و غمگین قلوب و اذہان کے لیے سکون اور اطمینان کا سامان کرنے کے ساتھ بہت سے باغات، دریا، وادی اور مردہ پڑی زمینوں کو زندگی بخشنے اور اس پر زندگی کی علامتیں بلکہ جوانیاں اور اس کی انگڑائیاں پیدا کرنے کے لیے آتا ہے جس پر ''فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ'' ''پھر بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں'' (فاطر:۹) کا مژدہ جاں فزا اور ''يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ'' ''اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے'' (الفتح:۲۹) کے بموجب کسانوں کے لیے بے انتہا خوشیاں لاتا ہے اور بڑی امنگیں پیدا کرتا ہے۔ سب اپنے اپنے من، مزاج، ظرف، ذوق، دین و ایمان کے مطابق اس سے حظ اٹھانے کے لیے بے تاب ہوتے ہیں کہ اسی اثناء میں سب کچھ تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے اور وہی خوشی کے بادل مرگ انبوہ جشنے دارد کا سماں اور پیش خیمہ بن جاتے ہیں اور بستیاں کی بستیاں اور آبادیاں کی آبادیاں نیست و نابود ہو جاتی ہیں اور صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ ان کے نام و نشاں کا پتہ نہیں چلتا۔ اس کی مادی توجیہ و تاویل اور تعلیل و تشریح شروع ہو جاتی ہے۔ بعضے اسے منجملہ نظام قدرت کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ کچھ فضاؤں اور ہواؤں کے بدلاؤ کا نتیجہ ٹھہراتے ہیں، کچھ ایک خاص درجہ حرارت سے تجاوز ہونے کو سبب گردانتے ہیں اور اس کے بھاپ بن کر اڑ جانے، پانی کے قطروں میں تبدیل ہو جانے اور مناسب و متوازن آب و ہوا میسر نہ ہونے کو وجہ قرار دیتے ہیں۔

الغرض جتنے منہ اتنی باتیں شروع ہو جاتی ہیں اور سب اپنے اپنے حصے کی عقلی، نقلی، منطقی، فلسفی، سائنسی، طبعی اور نیچری دلیل دینے میں طاق نظر آتے ہیں۔ بعضے تھوڑا اور بھی گہرائی میں غوطہ لگاتے ہیں اور اس طرح کی آفات کے اسباب سے متعلق دیگر مادی اور سائنسی تجربات اور حقائق آشکارا اور واشگاف کرتے نظر آتے ہیں۔ ان موسموں کے بگاڑ، اچھاڑ پچھاڑ اور مار دھاڑ کی کارفرمائی، درختوں کی کٹائی، ہریالیوں کی تباہی، پہاڑوں کی صفائی، دریاؤں کے رمال و مال اور اس کے ساحل اور خد و خال کی بے دردی سے حجامت بنائی اور زمینوں کی بے تحاشہ کھدائی وغیرہ کو بنیادی وجوہات اور اسباب قرار دیتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو ان مادی توجیہات کو کچھ خاطر میں نہیں لاتے، وہ سائنسدانوں کی باتوں کو پاگلوں کی بڑ بتاتے ہیں اور اپنی دور کی کوڑی لاتے ہیں اور اندھی یا اصلی عقیدت کے نشے میں اپنے پرکھوں، بزرگوں، دیوی دیوتاؤں اور ان عظیم مخلوقات کے غیظ و غضب اور ناراضگی کا نتیجہ بتاتے ہیں۔ جس کو دیکھو، جہاں دیکھو، اس کو اس طرح کی خبر کیا ملی کہ سو سو قصے سناتے ہیں۔ ان معنوی اور مادی توجیہات و تحلیلات اور تجزیات کے بیچ کچھ خاص معنوی اور روحانی اسباب بھی گناتے ہیں اور ان کو انسانوں کی نیتوں، عملوں اور کرتوتوں کے اثرات و ثمرات گردانتے ہیں اور ''وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ'' ''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلا ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔'' (الشوریٰ:۳۰) کو ان کی معنوی اور باطنی وجہ بتاتے ہیں اور اپنے گناہوں، معصیت اور کرتوتوں کا نتیجہ اور پھل گردانتے ہیں۔ یا کم از کم قدرت کی طرف سے اسے ابتلاء و آزمائش مانتے ہیں اور پہلے سے زیادہ پختہ جذبہ ایمانی اور سخت جانی کے ساتھ عمل صالح میں جٹ جاتے ہیں، حتی کہ آزمائش اور امتحان کی بھٹی میں تپ تپ کر کندن بن جاتے ہیں اور آئندہ اپنے لیے، غیروں کے لیے بلکہ سارے خلائق کے لیے رحمت کا سامان بن جاتے ہیں اور وہی بادل، وہی بحار و انہار، وہی ندی اور نالے، پہاڑ اور جبال، کوہ و آبشار، زمین و مکان اور ارض و سماء پتھر برسانے اور بادل پھٹنے، زمین دھنسے، سیلاب بننے اور سیل عرم کی شکل اختیار کرنے ''اثل خمط''، ''اصحاب الجنۃ'' کے باغ ''فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ'' ''پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی'' (القلم:۲۰) کا منظر پیش کرنے اور ''صعیدا زلقا'' بننے کے بجائے ''أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ. تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا'' ''جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے۔'' (ابراہیم:۲۴-۲۵) اور ''جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ'' ''ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے'' (سبا:۱۵) ''وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا

رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ أَعۡنَابٍ وَحَفَفۡنَاهُمَا بِنَخۡلٍ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعاً''''اور انھیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنا دے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے۔ جنھیں کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی لگا رکھی تھی۔'' (الکہف: ۳۲) ہو جاتا ہے۔ اور ''جَزَاؤُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ جَنَّاتُ عَدۡنٍ تَجۡرِيۡ مِن تَحۡتِهَا الۡأَنۡهَارُ خَالِدِيۡنَ فِيۡهَا'''' ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔'' (البینۃ: ۸) کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

در اصل جو چیزیں ہمارے عینی مشاہدے میں آتی ہیں اور جو معلومات محسوسات، ملموسات، مسموعات، مرئیات، مشمومات اور اذواق کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوتی ہیں ہم اس کو مانتے ہیں۔ یعنی ہماری ظاہری حس زندہ ہے تب ہی ہم اسے کام میں لاسکتے ہیں۔ اگر وہ سب ختم ہوجائیں، یا جسم ہی مرجائے تو یہ سب طاقتیں اور قوتیں مرجاتی ہیں۔ اسی طرح ہماری روحانیت یا روحانی زندگی ختم ہوجاتی ہے یا بیمار پڑ جاتی ہے اور ہم اشیاء کا ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ ورنہ قوت حسیہ سے زیادہ قوت معنویہ اور روحانیہ ہو تو قوی ترین بلکہ اقوی اور ارفع طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے معنوی حس اہل دین وایمان والوں کی تگڑی ہوتی ہے، بلکہ دونوں قوتوں کے اندر کوئی موازنہ ہی نہیں ہوتا۔ کیوں کہ روح تو اعلی علیین اور اعلیٰ وارفع مکان کی طرف کوچ کر جاتی ہے جبکہ جسم پیوند خاک اور زیر زمین دفن ہوجاتا ہے۔ دونوں میں کوئی نسبت نہیں ہے اور ایک خاص ہیولی، حیز اور مکان ہونے کے شرف سے مشرف ہونے کے علاوہ وہ دونوں میں کوئی نسبت ہو بھی نہیں سکتی ہے۔

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

این ثری من الثریا ؟ اور کہاں آسمان کہاں زمین؟

یہی حال عمل صالح عمل طالح اور نیکی وبدی کا ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں خود فرماتے ہیں کہ ''یا عبادی! اِنَّما هِيَ أعمالكم أُحصيها لكم ثمّ أُوَفِّيكم إيَّاها، فمن وَّجد خيراً فليحمدِ اللهَ، وَمَن وَجدَ غيرَ ذالك فلا يَلُومَنَّ اِلّا نفسَهٗ ''۔ (ابن حبان) ''میرے بندو یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لیے محفوظ کر رکھا ہے، پھر میں تمھیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا پس جو شخص اچھا نتیجہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے اور جسے اچھا نتیجہ نہ ملے تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔''

روز ازل کے قول میں دنیا کے رنج وہول میں
نیکی بدی کے تول میں، تجھ بن نہیں کوئی میرا

اور جب حال یہ ہے کہ روحانیت کی قوت جسمانی قوت سے اور معنوی طاقت مادی طاقت سے زیادہ قوی ترین ہے بلکہ دونوں میں کوئی موازنہ ہی نہیں ہے تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بادل پھٹنے کے فلاں مادی اور حسی اسباب ہی سب کچھ ہیں اور اس کی کوئی معنوی اور روحانی توجیہ وتاثیر نہیں ہوسکتی؟ تو جس طرح درختوں اور پیڑ پودوں کو ظاہری اور مادی طور پر کاٹنے سے اجرام فلکیہ وارضیہ اور آسمانی وزمینی حقائق پر اثر پڑتا ہے، درختوں میں پانی دینے سے، فضاؤں کو کثافت اور آلودگی سے بچانے سے اور پیڑ پودوں، انسانی جسموں، حیوانی، نباتاتی وجماداتی اشیاء پر قہری وجبری اور فطرت ونیچر کے خلاف تصرف کرنے سے نظام کائنات متاثر وبرباد ہوتے ہیں اور اس کے برعکس عمل سے پروان چڑھتے اور تندرست ومفید تر بنتے ہیں۔ خود بھی صحیح وسالم رہتے ہیں اور دوسری اشیاء اور انواع واجسام اور اجرام کو فائدہ یا نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ انسان کے معنوی وروحانی امراض وادویہ اور اغذیہ واشیاء مقویہ اس کو دوام، استحکام اور نفع بخشتے اور تندرست وتوانا بناتے اور سب کے لیے نفع بخش بنتے ہیں۔ سارے نباتات، جمادات، حیوانات کا حال یہی ہے۔ سب حسی قوت جان اور حیثیت سے زیادہ روحانی ومعنوی قوت جان اور حیثیت رکھتے ہیں۔ اب آپ زمین پر بھلائی کرتے ہیں، خواہ انسان کے ساتھ کریں یا حیوان کے ساتھ، نباتات کے ساتھ کریں یا جمادات کے ساتھ، اس کے حسب مراتب اثرات واضح طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ آپ ایک ہاتھ سے آب زلال سمندر اور تالاب وبرتن میں ڈالتے ہیں اور جسے پا کر لوگ فرحت وسیرابی محسوس کرتے ہیں اور چست، تندرست اور توانا ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور بندے دعا دیتے ہیں۔ آپ کو قلبی سکون، دل ودماغ کو خوشی واطمینان اور جسم وجان کو راحت اور قوت ملتی ہے۔ اور یہ تو مسلّم ہے کہ جسم کی راحت وآرام جتنا اہم اور مفید نہیں جتنا جان وروح کا آرام وراحت مفید اور اہمیت کا حامل ہے۔

یہاں روحانیت اور نیکی کی تاثیر بیان کرنی ہے جو صاف دکھائی دے کہ وہی زیادہ موثر ومشاہد ہے۔ قوموں پر کیسے عذاب آیا؟ پانی، بارش، پہاڑ، زمین کیسے آفات میں تبدیل ہوگئے؟ اور رحمت کے بجائے کیسے زحمت ہوگئے؟ مثلا:

اللہ کے نبی نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک توحید کی دعوت دی لیکن ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی، ان کا مذاق اڑایا، ان کی دعوت سے بیزاری کا اظہار کیا، ان کے پیروکاروں کو حقیر ورذیل سمجھا اور ان کو موٹی عقل والا کہا اور اس سرکشی پر مستزاد یہ کہ ان کی قوم نے ان سے عذاب لانے جیسے مطالبہ کی حماقت کرڈالی۔ چنانچہ شدید طوفان نے اس قوم کو گھیر لیا اور وہ غرقاب ہوگئی۔ وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوۡمِهِۦ فَلَبِثَ فِيهِمۡ أَلۡفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمۡسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ ٱلطُّوفَانُ وَهُمۡ ظَٰلِمُونَ. (العنکبوت: ۱۴) ''اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے، پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم۔''

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ. وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ. (القمر:۱۱-۱۲)''پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام پر جو مقدر کیا گیا تھا پانی خوب جمع ہو گیا۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (هود:۴۰) '' یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنورا بلنے لگا۔''

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ. (یونس:۷۳)''اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔سو دیکھنا چاہئے کہ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔''

قوم عاد نے جب اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش و نافرمان کی تابعداری کی تو اللہ نے اس کو ایک تند و تیز اور مسلسل چلنے والی آندھی سے دوچار کیا جو اس کو اٹھا اٹھا کر پٹختی تھی۔ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ. اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ. تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ. (القمر:۱۸-۲۰)''قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا اعذاب اور میری ڈرانے والی باتیں۔ہم نے ان پر تیز و تند مسلسل چلنے والی ہوا ایک پیہم منحوس دن میں بھیج دی جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹختی تھی، گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔''

قوم لوط کے غیر فطری عمل و کرتوت کے نتیجے میں اللہ نے اس کی بستی کو الٹ دیا اور ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ. مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۗ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (هود:۸۲-۸۳)''پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے۔ تیرے رب کی طرف سے نشاندار تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔''

شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں کمی کر کے فساد فی الارض کی مرتکب ہوئی اور اپنی کثرت کے زعم میں تکبر کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے شدید چیخ کے ذریعے اسے ہلاک کر دیا۔ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ. كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۗ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ. (هود:۹۴-۹۵)''اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ تمام مومنوں کو اپنے خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ہو گئے۔گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، آگاہ رہو مدین کے لیے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسی دوری ثمود کو ہوئی۔''

اللہ نے قوم سبا کو بڑی نعمتوں، عالیشان محلوں، باغات اور نہروں سے نوازا تھا، لیکن انہوں نے اللہ کے دین سے اعراض کیا اور نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اس پر سیل عرم بھیج کر اسے تباہ کر دیا۔ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ. ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ. (سبا:۱۶-۱۷)''لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کے سیلاب کا پانی بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے۔ ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلا انہیں دیا ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں کو ہی دیتے ہیں۔''

یہی انجام بدقارون وفرعون اور ہامان کا ہوا جب انہوں نے سرکشی کی، غرور کیا، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلایا، کمزوروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور اقلیتوں کی نسل کشی کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف قسم کے عذاب مسلط کیے اور ان کو نشان عبرت بنا دیا۔ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۗ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ. فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت:۳۹-۴۰) ''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی، ان کے پاس حضرت موسیٰ کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے۔ پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے۔ پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زور آور سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

معلوم یہ ہوا کہ قدرتی آفات اور مصائب اپنی تمام تر شکلوں میں انسانوں کی معاصی، تقصیرات، نافرمانیوں، اللہ کا حکم کی مخالفت اور قانون فطرت سے بغاوت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ سنت اقوام ماضیہ میں جاری و ساری رہی ہے کہ جب انسان راحت و آرام، عیش و طرب میں پڑ کر بے خوف ہو جاتا ہے اور نافرمان قوموں کے سلسلے میں اللہ کی سنت سے غافل ہو کر ظلم و عدوان اور سرکشی پر اتارو ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر زلزلہ، سیلاب بارش، طوفان، بھونچال، کسف خسف وغیرہ عذاب نازل کرتا ہے جس کی اسے پہلے سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔

اَفَـاَمِـنَ الَّـذِیْـنَ مَـکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ .(النحل: ۴۵) ” بدترین داؤپیچ کرنے والے کیا اس بات سے بےخوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ کا عذاب آ جائے جہاں کا انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو۔“

اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ. اَوَ اَمِنَ اَھْلُ الْـقُرٰٓی اَنْ یَّـاْتِیَھُـمْ بَـاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ. اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ فَلَا یَـاْمَـنُ مَـکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْن (الاعراف:۹۷-۹۹)”کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ سوتے ہوں۔ اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے کھیلوں میں مشغول ہوں۔ کیا پس وہ اللہ کی اس پکڑ سے بےفکر ہو گئے، سو اللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بےفکر نہیں ہوتا۔“

ان حالات میں لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور اللہ کے دین پر اور قانون فطرت پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا چاہیے۔ اپنا محاسبہ اور توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیے، تاکہ اللہ رب العزت ان قدرتی آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ یہ آفات جہاں ہمارے ہاتھوں کی کمائیاں اور غلط تصرفات کا نتیجہ ہیں وہاں سنبھلنے، عبرت پکڑنے، توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ ظَھَـرَ الْفَسَـادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَـحْـرِ بِـمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَـرْجِعُوْن (الروم: ۴۱)”خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے، بہت ممکن ہے کہ وہ (گناہوں سے) باز آ جائیں۔“

ان آفات اور آسمانی وزمینی حادثات وبلیات کے بارے میں مختلف زاویۂ نگاہ اور طرح طرح کے خیالات وتجزیات کی روشنی میں کم از کم یہ بات تو سارے انسانوں کو تسلیم کر ہی لینی چاہئے بلکہ یقین کر لینا چاہئے کہ نظام فطرت سے چھیڑ چھاڑ کے، خواہ اس کی مادی توجیہ وتفسیر کے روشنی میں ہو یا معنوی، ہر صورت میں اثرات اور نتائج خطرناک ہوتے ہیں۔ خواہ اسے برق وبخارات، آلودگی وکثافت اور گندگی کی افزائش وافزودگی مانی جائے یا آب وہوا، پہاڑوں، ندیاں، زمین کی کھدائی اور درخت کی کٹائی کو اس کی وجہ بتائی جائے، یا معنوی و روحانی طور پر فطرت کے خلاف غلط تصرفات سبب قرار دیئے جائیں، یا ظلم وزیادتی اور قتل وغارت گری کو ان حادثات کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ قرار دی جائے، لیکن ہے یہ دین فطرت سے بغاوت، زمین و آسمان اور پتھر و پہاڑ پیدا کرنے والے کی نافرمانی اور اس کا عصیان کے ساتھ دراصل لمحۂ فکریہ ہے۔ اس لیے اسلام جو دین فطرت ہے، وہ عام حالات میں تو ان چیزوں کی ہلاکت اور ان کے ساتھ کھلواڑ کو حرام قرار دیتا ہی ہے، عین حالت جنگ میں بھی جبکہ نادان وناعاقبت اندیش دشمن اس نظام فطرت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا ہے، درختوں کو کاٹتا ہے، حرث ونسل کو برباد کرتا ہے، بےگناہوں کو تہ تیغ کرتا ہے، معصوم بچوں کو قتل کرتا ہے، بوڑھوں اور عورتوں کو مار ڈالتا ہے، اسلام مسلم فوجیوں پر حرام قرار دیتا ہے کہ بدلے اور جیسا کو تیسا کے طور پر بھی ان جیسے جرائم کا ارتکاب نہیں کرنا ہے۔ رہ گئے دیگر معاصی ونافرمانی، ظلم وزیادتی اور برائی وفحش ومنکر کے کام تو وہ اسے حرام قرار دیتا ہی ہے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ جو سائنسداں اور موجودہ انسان نظام فطرت سے کھلواڑ کو وجہ آفات وبلیات مثلاً بادل کا پھٹنا زمین کا دھسنا وغیرہ قرار دیتا ہے وہ بذات خود اسلام میں فساد فی الارض ہے، لہٰذا اس کے یہاں دونوں صورتوں میں اس ناحیہ سے بھی کوئی اختلاف وتضاد، ٹکراؤ اور تناقض نہیں ہے اور یہ بات تو مسلّم ہے کہ دنیا اب تک انسان اور حیوان کے ساتھ ظلم وزیادتی، تکلیف اور اذیت کو معصیت مانتی تھی، مگر اسلام میں پہلے سے ہی ایک ادنیٰ تنکا بھی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے میں فساد کو پسند نہیں کرتا، بلکہ حرام قرار دیتا ہے، اس بات کی صراحت اور وضاحت کے ساتھ کہ حیوانوں خصوصاً انسان جو ہر طرح لائق صد احترام واکرام ہے اس کے ساتھ ظلم وزیادتی اور اس کی جان ومال، عزت وناموس اور عقل و دین کے ساتھ عصیان وطغیان روا رکھا جائے، کلیۃً ناروا ہے۔ اس لیے اس کی سزا وعقاب اور عذاب بھی شدید وغلیظ ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں تو ہے ہی۔ مگر چونکہ انسان کی اصل زندگی اور اس کا ٹھکانہ، مآل اور انجام آخرت ہے، وہی روزِ جزا وسزا ہے اور بدلے کا حقیقی دن کہ اصل عذاب وعقاب وہیں کا ہے اور حقیقی انعام واکرام اور آرام آخرت کا ہی ہے۔

دنیا کے مصائب وقتی افتاد ہیں، جو جسم وجان پر آن پڑی ہیں اور ہزاروں ٹھکانوں اور مکانوں کی سلامتی اور اعوان واقارب کی موجودگی میں یہ عالم اور حالت ہے تو کل کیا ہوگا جب سب تہ وبالا ہو جائے گا اور کوئی پرسان حال نہ ہوگا؟” فَـاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ. وَخَسَفَ الْقَمَر. وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَر. یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَـوْمَـئِذٍ اَیْنَ الْمَفَر. (القیامۃ: ۷-۱۰)”پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے، چاند بےنور ہو جائے، اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔“

اس لیے ہمیشہ یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ
یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے

☆☆☆

پتنگ بازی ایک جان لیوا شوق

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

پتنگ باز دوسروں کے لئے بھی مصیبتیں کھڑی کرتا ھے: یہ خونی کھیل بے شمار معصوم زندگیوں کے چراغ گل کر چکا ہے۔ گلے پر ڈور پھرنے سے پتنگ بازی نے نہ جانے کتنے نوجوانوں، بچوں، خواتین اور بزرگوں کو ہم سے چھین لیا ہے۔ آئے دن اخبارات میں یہ خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ فلاں علاقے یا فلاں کالونی میں آوارہ ڈور کی زد میں آکر لوگ موت کے منہ میں چلے گئے۔ المیہ یہ ہے کہ ان میں اکثر وہ افراد شامل ہوتے ہیں جن کا پتنگ بازی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ اس کھیل کو ناپسند کرتے ہیں۔لیکن دوسروں کے اس جان لیوا شوق اور بڑوں کی غفلت کی بھینٹ چڑھ کر اپنی جان گنوا بیٹھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِی اِسْرَائِیلَ اَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیعًا" (سورہ مائدہ/ 32)یعنی اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو،قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچائے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو نہایت محترم اور قیمتی قرار دیا ہے اور اس پر کسی بھی قسم کی زیادتی کو سخت حرام ٹھہرایا ہے۔اگر ہمارے کسی عمل کے نتیجے میں کسی انسان کی جان ضائع ہو جاتی ہے تو لازمی بات ہے کہ ہم اس کے ذمہ دار ہوں گے اور ہم سے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔ بالخصوص اگر ہماری پتنگ کی ڈور سے کسی کی جان تلف ہو جائے تو یہ گویا پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔اس لیے کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مانجھا اور ڈور کس قدر خطرناک ہیں، پھر بھی ہم نے اس پہلو کو نظر انداز کیا، اور اس کے نتیجے میں کسی معصوم جان کو نقصان پہنچا، تو یہ ہماری سنگین کوتاہی ہے جس پر ہم دنیا میں بھی جواب دہ ہوں گے اور آخرت میں بھی اللہ جل شانہ ہم سے ضرور سوال کرے گا۔

اسی طرح یہ بھی مشاہدے میں آیا ہے کہ کٹی پتنگ یا ڈور پکڑنے کی کوشش میں کئی لوگ حادثات یا لڑائی جھگڑوں کا شکار ہو کر زخمی ہو جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔اس صورت میں بھی اصل مجرم پتنگ باز اور پتنگ سازی ہیں، کیونکہ وہی انسانی جان کے ضیاع کا حقیقی سبب بنتے ہیں۔

پتنگ بازی مال کے ضیاع کا سبب ھے:انسان کو جب کسی چیز کی لت لگ جاتی ہے تو وہ اس کی جان و مال دونوں کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ پتنگ بازی کا بھی یہی حال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض لہو ولعب ہے،لیکن کچھ لوگ اس کے اس قدر دلدادہ اور اسیر ہو جاتے ہیں کہ دن رات اسی کے خیال میں کھوئے رہتے ہیں۔ان کی زندگی کا محور ہی پتنگ بن جاتی ہے، اور اپنے شوق کی تسکین کے لیے وہ نازیبا حرکات تک کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

انہی برائیوں میں سے ایک یہ ہے کہ پتنگ باز جب ایک پتنگ ٹوٹ جاتی ہے یا اس کی ڈور کٹ جاتی ہے تو فوراً دوسری پتنگ خرید لیتا ہے۔کبھی قیمتی پتنگیں، کبھی دم والی، کبھی بغیر دم کی، کبھی چوکور، کبھی کاغذ کی تو کبھی پلاسٹک کی۔اسی طرح ڈور میں کبھی ''چائنا ڈور'' تو کبھی ''ہندوستانی ڈور'' خریدی جاتی ہے۔یوں یہ شوق انسان کو اسراف اور فضول خرچی میں مبتلا کر دیتا ہے، جیبیں خالی ہو جاتی ہیں، اور یہ سب کچھ سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، کیونکہ اسلام میں فضول خرچی کو سخت ناپسندیدہ اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ" (سورہ اسراء/ 11)یعنی بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:" وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ "(سورہ اعراف/ 31)یعنی اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:"إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"، یعنی۔جو لوگ اللہ کے مال میں بے جا تصرف کرتے ہیں ان کے لیے قیامت کے دن آگ ہوگی۔(وہ قیامت کے دن دوزخ میں جائیں گے)۔(صحیح بخاری/3118)

اسی طرح پتنگ باز بسا اوقات پتنگ بازی میں مقابلہ آرائی کرتا ہے اور مقابلے میں سبقت لے جانے والے کے لئے نقدی انعامات رکھے جاتے ہیں جو کہ سراسر قمار اور جوئے کے قبیل سے ہیں جس کی وجہ سے حرام ہے۔

پتنگ بازی کبوتر بازی کے مشابه عمل ھے: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک پرندہ کے پیچھے لگا ہوا تھا،یعنی اسے اڑا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانًا"، یعنی شیطان ہے، جو شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔(سنن ابن ماجہ/ 3764)،شیخ البانی نے اسے صحیح ابن ماجہ میں

حسن قرار دیا ہے۔)

اس حدیث میں کبوتر اُڑانے والے کو شیطان سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ اپنے شوق میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور بے پرواہ ہو جاتا ہے، اور پرندے کو شیطان اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اس غفلت کا ذریعہ اور سبب بنتا ہے۔ بلاشبہ پرندوں کو کسی جائز مقصد، جیسے شکار یا دیگر ضروریات کے لیے پالنا جائز ہے، لیکن اگر محض تفریح اور لہو ولعب کے لیے پالا جائے اور وہ انسان کو وقت کے ضیاع میں مبتلا کر دے، تو یہ عمل ناپسندیدہ اور مضر ہے۔ اصول یہی ہے کہ ہر وہ مشغلہ جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر جائے، اور جس پر وقت و مال ضائع ہو، وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔

اسی بنیاد پر علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ جس طرح کبوتر بازی ایک فضول اور خطرناک مشغلہ ہے، بعینہٖ پتنگ بازی بھی اسی زمرے میں آتی ہے، لہٰذا اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کبوتر بازی میں آدمی پرندے کے پیچھے دوڑتا ہے اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے، اور پتنگ بازی میں وہی کیفیت پتنگ کے پیچھے دوڑنے بھاگنے میں نظر آتی ہے۔ پتنگ باز کو نہ عبادت کا خیال رہتا ہے، نہ فرائض کی فکر، وہ اپنے شوق میں اس قدر ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ کھانے پینے تک کی پرواہ نہیں کرتا۔

اب اگر کسی انسان پر کسی کھیل یا مشغلے کا جنون اس حد تک سوار ہو جائے کہ وہ نماز ترک کرنے لگے، روزمرہ کے کام متاثر ہونے لگیں، عائلی ذمہ داریاں پس پشت ڈال دے اور اپنے شوق کی تکمیل کے لیے ہر حد پار کرنے کو تیار ہو جائے، تو یہ جرم محض کبوتر بازی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ سنگین بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے کھیل اور مشغلے بے شمار برائیوں اور خرابیوں کی آماجگاہ ہوتے ہیں اور ان کی کوکھ سے نئی نئی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

آپسی دشمنی اور لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرنا: پتنگ بازی میں مشغولیت اور انہماک جہاں ایک طرف اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی یاد اور اس کے احکام سے غفلت کا باعث بنتی ہے، وہیں دوسری طرف اس میں ہونے والی ہار جیت اور ایک دوسرے کی پتنگ یا ڈور چھیننے کی کوشش باہمی دشمنی، بغض اور عداوت کو جنم دیتی ہے جبکہ قرآن مجید میں ہے: ”إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ اَنتُم مُّنتَهُونَ“ (سورہ مائدہ 91) یعنی شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔ سو اب بھی باز آ جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ جل جلالہ نے بیان فرمایا ہے کہ شراب اور جوا شیطان کے وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعے وہ انسانوں کے درمیان بغض، عداوت اور دشمنی پیدا کرتا ہے اور انہیں ذکر الٰہی اور نماز سے غافل کر دیتا ہے۔ پس جس عمل کے نتیجے میں یہی خرابیاں جنم لیں، وہ بھی شراب اور جوئے کے حکم میں شمار ہوگا اور اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔

اگر پتنگ بازی اور اس کے دلدادہ افراد کے حالات پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر پتنگ باز کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کی پتنگ کاٹ کر اسے لوٹ لے۔ نتیجتاً دلوں میں بغض، نفرت، عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ انسان پتنگ بازی میں اس قدر محو اور منہمک ہو جاتا ہے کہ اسے نہ نماز کا وقت یاد رہتا ہے، نہ اذان کی آواز پر کان دھرتا ہے، نہ دن کے گزرنے کا احساس ہوتا ہے اور نہ رات کے آنے کا۔ وہ بس پتنگ کے پیچھے دیوانہ وار دوڑتا رہتا ہے، گویا شیطان کے اشاروں پر ناچ رہا ہو۔

موجودہ دور میں پتنگ بازی بسنت اور مکر سنکرانتی کی علامت بن چکی ہے: یہ سچ ہے کہ بہت سارے لوگ پتنگ تفریح اور مستی کے لئے اڑایا کرتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ موجودہ وقت میں پتنگ بازی اور بسنت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہوگئے ہیں۔ جب بسنت کا نام بولا جاتا ہے تو پتنگ بازی ذہن میں آتی ہے تو اس صورت میں پتنگ بازی میں کہیں نا کہیں غیر مسلموں کی مشابہت ہے کیونکہ جب ہم بسنت اور مکر سنکرانتی کے موقع پر پتنگ بازی کرتے ہیں تو ان کے تہوار کے موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اس میں شرکت کرتے ہیں جس سے انہیں تقویت حاصل ہوتی ہے جو کہ دین اسلام کے اسپرٹ اور مزاج کے یکسر متصادم ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”مَن تشبَّهَ بقومٍ فهوَ منهم“ یعنی اگر کسی نے دوسرے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ ان ہی میں سے ہو جاتا ہے۔ (سنن ابوداود/ 4031، مسند احمد/ 5114، شیخ البانی نے صحیح ابوداود میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے دو تہوار مشروع کئے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی تیسرا تہوار ایجاد کرنا درست نہیں ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: "مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟" قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”إِنَّ اللَّهَ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْاَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے (تو دیکھا کہ) ان کے لیے (سال میں) دو دن ہیں جن میں وہ کھیلتے کودتے ہیں تو آپ نے پوچھا: ”یہ دو دن کیسے ہیں؟“، تو ان لوگوں نے کہا: جاہلیت میں ہم ان دونوں دنوں میں کھیلتے کودتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ نے تمہیں ان دونوں کے عوض ان سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں: ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرا عید الفطر کا دن۔ (سنن ابوداود/ 1134، سنن نسائی/ 1556، مسند احمد/ 13622، شیخ البانی نے صحیح ابوداود میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

مذہبی تہواروں کو اپنی روایتی شان وشوکت کے ساتھ منانا اور ان میں اپنی برادری کے افراد کی بھرپور شرکت ایک قوم کے اندر اعتماد پیدا کرتی ہے اور اسے دوسری قوموں پر برتری اور امتیاز کا احساس دلاتی ہے۔ افراد کی سطح پر باہمی فخر اور اظہارِ برتری کوئی پسندیدہ عمل نہیں، لیکن قومی سطح پر یہ ایک مطلوب اور ضروری امر ہے۔ اپنے مذہبی تہواروں سے وابستگی اور دیگر قوموں کے تہواروں سے لاتعلقی دین وایمان کی بقا اور اس کے تحفظ کے لیے نہایت اہم اور لازمی ہے۔

وقت کا ضیاع: اس حقیقت سے کوئی صاحبِ عقل انکار نہیں کرسکتا کہ پتنگ بازی انسان کے قیمتی وقت کو بے دردی سے ضائع کردیتی ہے۔ جب کوئی شخص اس کھیل میں محو ہوجاتا ہے تو وہ ذکرِ الٰہی کو بھلا بیٹھتا ہے، نماز کے اوقات سے غافل ہو جاتا ہے، اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرنے لگتا ہے اور اس کے خیالات ہروقت پتنگ، مانجھے اور چرخی کے گرد ہی گھومتے رہتے ہیں۔

حالانکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان کی زندگی میں وقت کی اہمیت بے حد و بے حساب ہے۔ یہ ایک ایسی قیمتی متاع ہے جسے دنیا کی ساری دولت بھی خرید نہیں سکتی۔ وقت دراصل ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے ہاتھوں میں سونپی ہے، اور قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ اسے کہاں اور کس طرح صرف کیا گیا۔ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ“ یعنی قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا۔ (سنن ترمذی/ 2417، شیخ البانی نے اسے صحیح ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے۔)

آج کے نوجوانانِ قوم وملت ضیاعِ وقت کے مہلک فتنہ میں مبتلا ہیں۔ انہیں وقت کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت کا احساس تک نہیں رہا۔ موبائل فون، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹی وی، فلم بینی، ریلس، شارٹ ویڈیوز اور نہ جانے کتنے ہی دل فریب فتنے ہیں جن کے جال میں پھنس کر وہ اپنے قیمتی اوقات کو بے دردی سے برباد کر رہے ہیں۔ حالانکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد ارشادات میں وقت کی حفاظت اور اس کی قدر کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرماتے ہوئے کہا: ”اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ“ یعنی پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے، امیری کو فقیری سے پہلے اور فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ (قصر الامل لابن ابی الدنیا/ 111، مستدرک حاکم/ 7846، شعب الایمان للبیہقی/ 10248، شیخ البانی نے صحیح الترغیب والترہیب/ 3355 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اخلاقی جرائم کا ارتکاب: پتنگ بازی کرنے والے لوگ کئی ایک شرعی اور اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، مثلاً چھتوں پر چڑھ کر لوگوں کے گھروں میں بلا اجازت آنا جانا، جھانکنا وغیرہ جو کہ سراسر غلط اور گناہ ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”اطَّلَعَ رَجُلٌ مِنْ جُحْرٍ فِي حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ، فَقَالَ: "لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْظُرُ، لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ“ یعنی ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرہ میں سوراخ سے دیکھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ایک کنگھا تھا جس سے آپ سر مبارک کھجا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا (اندر داخل ہونے سے پہلے) اجازت مانگنا تو ہے ہی اس لیے کہ (اندر کی کوئی ذاتی چیز) نہ دیکھی جائے۔ (صحیح بخاری/ 6241، صحیح مسلم/ 2156)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ، فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهُ“ یعنی جو کسی قوم کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے اور وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس کی آنکھ رائیگاں گئی۔ (سنن ابوداود/ 5172، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

پتنگ بازی کی روک تھام: پتنگ بازی محض جانی خطرات کا باعث نہیں بنتی بلکہ کیمیاوی ڈور کے استعمال سے بجلی کے ترسیلی نظام کے لیے بھی سنگین خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔ آئے دن اس کھیل سے وابستہ حادثات کی خبریں سننے کو ملتی ہیں، جن میں کئی افراد زخموں کی تاب نہ لاکر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس کے باوجود اس جان لیوا تفریح وکھیل کی روک تھام کے لیے کوئی موثر عملی اقدام سامنے نہیں آتا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت صرف چائنیز ڈور پر پابندی عائد کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود پتنگ بازی پر مکمل پابندی لگائے۔ کیونکہ جب تک پتنگ بازی کو اجازت حاصل رہے گی، پتنگ ساز خفیہ طور پر چائنیز ڈور خرید کر فروخت کرتے رہیں گے۔ پھر یہ جانچنا کہ کون سا پتنگ باز کس قسم کا دھاگہ استعمال کر رہا ہے، نہایت مشکل اور تقریباً ناممکن کام ہے۔

(دوسری وآخری قسط)

☆☆☆

مولانا زبیر احمد عبدالمعبود مدنی، بلرامپور

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ: سخاوت، رواداری اور دین کی خدمت

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کی تاریخ دروس وعبر سے پر ہے۔ اور امت اسلامیہ کے لئے منہاج نبوت اور خلافت کے دور وسیرت کی معرفت انتہائی ضروری ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي" ابوداؤد (۴۶۰۷) أحمد (۱۷۱۴۵) السلسلة الصحيحة (۲۷۳۵) تم میرے طریقے کو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو۔ جملہ صحابہ کرامؓ کے متعلق آپ نے فرمایا "خير امتي القرن الذي بعثت فيهم" مسلم: ۱۹۶۳ میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جنکے درمیان میں بھیجا گیا ہوں۔

اور ان کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہو تو وہ گزرے ہوئے لوگوں کی اقتداء کرے کیونکہ زندہ انسان فتنہ سے مامون نہیں۔ اور وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کی قسم وہ اس امت کے سب سے افضل اور بہتر لوگ تھے۔ وہ سب سے زیادہ پاکیزہ دل والے، سب سے زیادہ گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اقامت دین کے لئے منتخب کرلیا تھا۔ لہٰذا تم ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے آثار کا اتباع کرو اور جس قدر ہو سکے ان کے اخلاق و دین کو مضبوطی سے تھام لو کیونکہ وہ لوگ صراط مستقیم پر چلنے والے تھے۔ (شرح السنة للبغوی ۱/ ۲۱۵-۲۱۴) حلية الأولياء ۱/ ۳۰۶-۳۰۵)

صحابہ کرام نے اسلامی تعلیمات اور احکام کو نافذ کیا اور مشرق ومغرب میں اس کی نشر واشاعت کی۔ ان کا دور سب سے بہتر دور ہے۔ یہ بات مبنی برحقیقت ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل انسان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جس شخصیت کو سب سے نمایاں ممتاز اور بلند مقام حاصل ہے وہ داماد رسول، مجسمۂ شرم وحیا، پیکر زہد وورع، حلم وسخاء اور جبل صبر ورضاء جناب ذی النورین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہ جلیل القدر ہستی ہے جو نبی کریم کی صحبت پا کر آپ سے عقیدت ومحبت کا سچا ثبوت دیا تھا۔ ان کی مطمح نظر صرف اتباع سنت، وحدت اسلامیہ کی بقاء، اسلامی تعلیمات کا فروغ اور وحدانیت کا بول بالا ہو۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں تیسرا نمبر، عشرۂ مبشرہ میں تیسرا درجہ اور السابقون الأولون کی لڑی میں سے ایک موتی ہونے کا شرف حاصل ہے، آپ وہ خوش نصیب شخص ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہری دامادی کا اعزاز حاصل ہے۔ اور دو ہجرتوں (ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ) کی فضیلت حاصل ہے۔ آپ کی زندگی تاریخ امت کا روشن صفحہ ہے۔

نام و نسب: عثمان بن عفان ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب۔

اس طرح عبد مناف پر آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں جاملتا ہے۔ الاصابة في تمييز الصحابة: ۳۷۷/۴

کنیت: دور جاہلیت میں آپ کی کنیت ابوعمرو تھی لیکن جب آپ کی زوجیت میں رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں۔ اور ان کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس وقت سے آپ نے ابوعبداللہ کی کنیت اختیار کی اور مسلمانوں نے اسی کنیت سے آپ کو یاد کرنا شروع کردیا۔

لقب: سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ لقب کے سلسلے میں علامہ بدرالدین عینیؒ رقمطراز ہیں۔ کہ آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی زوجیت میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ (عمدة القاري-۲۰۱/۱۶)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یرموک کے دن اہل کتاب کی بعض کتابوں میں یوں لکھا ہوا پایا۔ "عثمان ذو النورين أوتي كفلين من الرحمة لأنه يقتل أصبتم اسمه" فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل ۱۰۳/۱: ۷۴ اور اس کی سند صحیح ہے۔

عثمان ذوالنورین ہیں۔ انھیں اللہ کی رحمت سے دگنا اجر عطا کیا جائے گا۔ کیونکہ انھیں شہید کیا جائے گا تم نے انہیں ذوالنورین کہنے کی وجہ سے درست بات کو پالیا ہے۔

عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے ماموں حسین جعفی نے پوچھا: بیٹا! معلوم ہے کہ سیدنا عثمان کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ تو انھوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے قیامت قائم ہونے تک کسی نبی کی دو بیٹیوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں کیا سوائے عثمان بن عفان کے، چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي ۷۳/۷، حديث نمبر ۱۳۴۲۷ و اسناده صحيح، مستدرك حاكم ۲۴۸/۲، حديث نمبر: ۲۹۸) (سیرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ص: ۳۲)

بعض لوگوں نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ آپ ہر رات نماز میں کثرت سے تلاوت قرآن کرتے تھے چونکہ قرآن اور قیام اللیل دونوں ہی نور ہیں۔اس لئے آپ کو ذوالنورین کہا گیا۔ (عثمان بن عفان شخصیت اور کارنامے ص ۳۸) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹھ شادیاں کیں۔آپ کے کل نو بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

دور جاھلیت میں مقام: دور جاہلیت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار اپنی قوم کے افضل ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔آپ جاہ وحشمت کے مالک، شیریں کلام، شرم وحیاء کے پیکر اور مالدار تھے۔قوم کے لوگ آپ سے بڑی محبت کرتے اور تکریم وتعظیم کا برتاؤ کرتے۔ زمانۂ جاہلیت میں کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا اور نہ کسی برائی کا ارتکاب کیا۔خصائل رذیلہ سے دور رہے یہاں تک کہ اسلام سے قبل شراب بھی نہ پی آپ کہا کرتے تھے یہ شراب عقل کو زائل کرتی ہے۔مال کو برباد کرتی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ فرماتے ہیں۔میں نے کبھی گیت نہیں گایا نہ اس کی تمنا کی۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوا، اور نہ اسلام میں کبھی شراب نوشی کی اور دور جاہلیت و اسلام میں کبھی زنا کے قریب نہ گیا۔(حلیۃ الأولیاء:۱/۶۱-۶۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں کیسے تھے خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں"فواللہ ما زنیت فی جاھلیة ولا اسلام" (مستدرک حاکم ۴/ ۳۴۹ حدیث نمبر: ۸۰۲۸ و اسنادہ صحیح و حسنه الترمذی: ۲۰۸۴) اللہ کی قسم! میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کا ارتکاب کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد۔

آپ امثال، انساب اور تاریخ سے بخوبی واقف تھے۔آپ نے روئے زمین پر سیر وسیاحت بھی کی۔غیر عرب اقوام سے ملے اور ان کے حالات واطوار سے واقفیت حاصل کی جس کی معرفت اور لوگ حاصل نہ کر سکے۔(عبقریۃ عثمان العقاد ص:۷۲)

قبول اسلام: ثقہ تابعی محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر کے ہاتھ پر شروع میں اسلام قبول کرنے والے خوش نصیب افراد میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔(السیرۃ النبویۃ لامام محمد بن اسحاق: ۱/ ۴۵، ص: ۱۸۴، بحوالۂ سیرت عثمان غنی رضی اللہ عنه ص: ۳۵)

دو عظیم الشان کاموں میں انوکھی شرکت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ بدر اور بیعت رضوان میں انوکھی شرکت کا شرف حاصل ہے۔اور یہ دونوں مواقع تاریخ اسلام میں بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔

بدر ماہ رمضان ۲ھ میں واقع ہوا۔یہ وہ تاریخی معرکہ ہے جس کی شان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"ان اللہ اطلع علی أهل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد و جبت لکم الجنة" صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدراً (۳۹۸۳)

بے شک اللہ نے بدر والوں کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا (اے بدر کے غازیو!) آج کے بعد جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔

بیعت رضوان: بیعت رضوان کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر نزول فرمایا اور آپ نے سوچا کہ ایک سفیر روانہ فرمائیں جو قریش کے سامنے مؤکد طریقے پر آپ کے موجودہ سفر کے مقصد وموقف کی وضاحت کردے۔اس اہم مہم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قریش کے پاس روانگی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔انہیں بتلا دو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں عمرہ کرنے آئے ہیں انہیں اسلام کی دعوت بھی دو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا۔"یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔"

غور کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تعبیر فرمایا اور فرمایا میرا عثمان بھی اس بیعت میں شریک ہے۔جبکہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز سفیر کی حیثیت سے سرداران قریش سے گفتگو کرنے کے لئے مکہ گئے ہوئے تھے۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بیعت رضوان میں برابر کا شریک قرار دیا۔

آپ نے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔اسی بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔اور اسی کے بارے میں اللہ نے آیت کریمہ نازل فرمائی"لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ " (الفتح: ۱۸) اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

حضرت عثمان رضی الله عنه کی سخاوت: - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امت اسلامیہ کے سخی ترین انسان اور ان اغنیاء میں سے تھے۔جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔آپ بہت بڑے تاجر تھے، مال و دولت کی انتہا نہ تھی۔لیکن آپ نے اس مال و دولت کو رب کی خوشنودی اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا رکھا تھا۔ہر کار خیر میں سبقت کرتے اور بے دریغ خرچ کرتے۔ فقر ومحتاجی کا ذرا بھی خوف نہ کھاتے بطور مثال چند مواقع کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بے دریغ اپنا مال خرچ کیا۔

۱- **بئر رومه:** - جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے وہاں میٹھے پانی کی بڑی قلت تھی۔بیئر رومہ کے علاوہ کوئی کنواں نہ تھا جہاں میٹھا پانی حاصل کیا جا سکے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من یشتری بئر رومة فیجعل دلوه مع دلاء المسلمین بخیر له منها فی الجنة" جو بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے عام کر دے۔اس کو جنت میں اس سے بہتر ملے گا۔صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فی مناقب

عثمان بن عفان (۳۵۵۶، ۳۶۹۴)

ایک روایت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**من حفر بئر رومة فله الجنة**" جو بئر رومہ کو کھودے اس کیلئے جنت ہے۔ (**صحیح بخاری کتاب الوصایا باب اذا وقف ارضا او بئرا او اشترئ لنفسه مثل دلاء المسلمین** (۲۷۷۸)

مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل رومہ کا پانی لوگ خرید کر پیا کرتے تھے جب مہاجرین مدینہ پہونچے تو انہیں پانی کی ضرورت پڑی۔ بنوغفار میں سے ایک شخص کے پاس پانی کا ایک چشمہ تھا جس کو رومہ کہا جاتا تھا اور وہ ایک مشک ایک مد میں بیچتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا "**أتبیعها بعین فی الجنة**" کیا تم اس کو جنتی چشمہ کے عوض بیچوگے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اور میری اولاد کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ یہ بات جب عثمان رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو انہوں نے اسے ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا۔ کیا مجھے بھی وہی ملے گا جو آپ نے اس شخص کے لئے فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں، عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں نے اس کو مسلمانوں کے لئے عام کر دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی بشرح الترمذی ص: ۱۹۶ بحوالہ عثمان بن عفان شخصیت اور کارنامے ص: ۷۳)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک یہودی کا کنواں تھا۔ جس کا پانی وہ مسلمانوں کو بیچتا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر غنی وفقیر اور مسافر سب کے لئے عام کر دیا۔ (فتح الباری: ۵/۴۰۸)

۲- مسجد نبوی کی توسیع: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر مدینہ میں فرمائی تو مسلمان پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی اور خطبہ جمعہ سننے کے لئے جمع ہونے لگے۔ جس کے اندر انہیں اوامر ونواہی دیئے جاتے تھے۔ اور اسی مسجد میں دین کی تعلیم حاصل کرتے اور غزوات کیلئے روانہ ہوتے۔ اس طرح مسجد لوگوں کے لئے تنگ ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو رغبت دلائی کہ مسجد کے بغل میں ایک قطعہ زمین خرید کر مسجد کیلئے وقف کر دے تا کہ مسجد کی توسیع کر دی جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**من یشتری بقعة آل فلان فیزیدها فی المسجد بخیر له منها فی الجنة**" کون ہے جو فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں اضافہ کر دے جس کو جنت میں اس سے بہترین جگہ ملے۔ (سنن ترمذی (۳۷۰۳) سنن نسائی (۳۶۰۸) اس زمین کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے پچیس یا بیس ہزار درہم دے کر خرید لیا پھر وہ جگہ مسجد نبوی میں شامل کر دی گئی۔

۳- تبوک کے موقع پر سخاوت عثمان: غزوہ تبوک ۹ھ میں واقع ہوا۔ سخت گرمی کا موسم تھا جس میں پہاڑ بھی پگھل جائیں اور ملک میں سخت قحط سالی تھی اگر مسلمان ایمان کی قوت سے مہلک گرمی کا مقابلہ کرتے ہوئے دہکتے ہوئے صحراء پر سے گزرتے ہوئے اہل روم سے ٹکرانے کیلئے نکل پڑیں تو سامان جنگ اور جہاد کے اخراجات کہاں سے آئیں۔ ان حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فوج کی تیاری کیلئے مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی۔ صحابہ کرام نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر ایک نے حسب استطاعت اس میں حصہ لیا اور بڑھ چڑھ کر مال دیئے۔ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ اس میدان میں سب سے سبقت لے گئے۔

محمد ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں لشکر اسلام کیلئے نوسو چالیس (۹۴۰) اونٹ اور ساٹھ (۶۰) گھوڑے فراہم کئے ایک ہزار کی گنتی پوری کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دس ہزار دینار آپ کی آغوش میں بکھیر دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اٹھاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے "**ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم**" آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔ سنن ترمذی (۳۷۸۵) صحیح التوثیق ص: ۲۶

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے جیش عسرۃ کو تیار کیا تو عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنے کپڑے میں رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو پلٹتے جاتے اور فرماتے جاتے۔ **ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم**۔ آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان بن عفان (۳۷۰۱) وحسنہ الالبانی رحمہ اللہ۔ (بحوالہ الرحیق المختوم ص ۵۸۳)

۴- عہد صدیقی میں قحط سالی کے موقع پر سخاوت عثمان: ایک بار خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ میں قحط سالی پڑ گئی۔ لوگ بہت زیادہ پریشان ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب ضرور پیدا فرمائے گا جس سے اس مشکل سے نجات مل سکے" پھر ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مدینہ آیا جس میں ایک ہزار اونٹ تھے اور ہر اونٹ پر غذائی سامان لدا تھا۔ جب مدینہ کے تاجروں کو پتہ چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس فروخت کرنے کے لئے بہت زیادہ غلہ آیا ہے تو وہ وفد کی شکل میں ان کے گھر صبح ہوتے ہی پہونچ گئے اور اپنا مقصد بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس شام سے آیا ہوا غلہ خریدنا چاہتے ہیں تا کہ اسے مدینہ کے ضرورت مندوں تک پہونچایا جا سکے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا "آپ لوگ شام کی خریداری پر مجھے کتنا نفع دیں گے؟ تاجروں نے کہا دس درہم پر بارہ درہم۔ دین جو مال آپ نے دس درہم میں خریدا ہوگا۔ اسے بارہ درہم دے کر خرید لیں گے۔"

حضرت عثمان نے فرمایا ''مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے تاجروں نے کہا۔ ہم آپ کو دس درہم پر چودہ درہم دیں گے۔ انھوں نے فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ قیمت مل رہی ہے۔ تب تاجروں نے آخری قیمت لگاتے ہوئے کہا۔ ہم آپ کو دس درہم پر پندرہ درہم دیں گے۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جو قیمت آپ لوگ مجھے دے رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ منافع مجھے مل رہا ہے۔ اس لئے میں اپنا مال آپ کے ہاتھ نہیں فروخت کروں گا۔ میں اس کے ہاتھ بیچوں گا جو مجھے دس گنا نفع دے رہا ہے۔ یہ سن کر تاجر حیران رہ گئے۔'' انھوں نے پوچھا ابھی شام کو آپ کا مال آیا ہے۔ اور مدینہ کے تاجر یہاں موجود ہیں پھر آپ کو دس گنا نفع کون دے رہا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا اللہ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها﴾ (الانعام : ۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا ہم اسے دس گنا اجر وثواب دیں گے۔

آپ لوگ مجھے ایک کا ڈیڑھ نفع دے رہے ہیں اور اللہ کے یہاں مجھے ایک کا دس ملے گا۔ اس لئے اے تاجرو! تم اس بات پر گواہ رہو کہ میں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے واسطے یہ تمام غذائی سامان مدینہ کے ضرورت مندوں پر صدقہ کر دیا۔

جب انسان کو اللہ کے وعدوں پر کامل یقین ہوتا ہے تو اس کے حوصلے اتنے بلند ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے راستے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ مواعظ حسنہ جلد اول: ۴۰۵-۴۰۴

۵-غلام آزاد کرنا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو جب سے اسلام قبول کیا تھا۔ اللہ کی راہ میں ایک غلام آزاد کرتے۔ اس طرح سے آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تقریبا دو ہزار چار سو تک پہونچتی ہے۔ **(الصواعق المحرقة لابن حجر الهيثمي ۱/۳۲۷)**

۶-جود وسخا برائے طلحه بن عبيدالله رضى الله عنه: مروی ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو خود جود وسخا کے مالک تھے۔ آپ کے پاس پچاس ہزار تھے ایک دن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اور کہا آپ کا مال حاضر ہے لے لیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ تمہاری مروت کی خاطر تمہارے لئے ہے۔ **(البداية و النهاية ۷/۲۲۷)**

جود وسخا جیسی عظیم خوبی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت منفرد تھی۔ آپ اپنا مال اللہ کے دین کی خدمت، اسلامی سلطنت کی تعمیر وترقی، جہاد فی سبیل اللہ اور معاشرتی کاموں میں رب کی خوشنودی کے لئے بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے رہے اور کبھی بخل سے کام نہ لیا۔

حضرت عثمان کی رواداری: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مختلف اوصاف حمیدہ سے متصف کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی رواداری بھی پائی جاتی تھی۔

عطاء بن فروخ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے زمین خریدی۔ اس نے قیمت وصول کرنے میں تاخیر کی۔ آپ اس سے ملے اور کہا تمہیں اپنا مال لینے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ اس نے کہا آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ جس سے بھی ملتا ہوں وہ مجھے ملامت کرتا ہے آپ نے فرمایا: کیا یہ چیز مانع ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے خواہ اپنی زمین لے لو یا قیمت پھر فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''**ادخل الله الجنة رجلا كان سهلا مشتريا وبائعاً وقاضيا ومقتضيا**'' شرح السنة للبغوی (۲۰۴۵) مسند احمد (۴۱۰) سنن نسائی (۴۶۹۶)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو خرید وفروخت اور لینے ودینے میں سہل ونرم اور روادار ہو۔ یہ خرید وفروخت میں رواداری کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اور جود وسخا اور دنیا سے بے اعتنائی جو عثمانؓ کی فطرت میں داخل تھی اس کی اعلیٰ دلیل ہے۔ وہ مکارم اخلاق کے فروغ کیلئے دنیا کو غلام بناتے تھے۔ جس میں سے یہ ایک آپ کا اہم ترین ایثار ہے۔ دنیا آپ کو اپنا غلام نہیں بنا سکتی تھی کہ آپ کو انانیت میں مبتلا کر دے اور آپ اپنے خاص مصالح کو ترجیح دینے لگیں اگرچہ لوگوں کا نقصان ہو۔ (التاریخ الاسلامی ۱۷، ۱۲۶/۱۸ بحوالہ عثمان بن عفان شخصیت اور کارنامے ص ۱۴۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رواداری عفو ودرگزر اور صبر واستقامت میں ضرب المثل کی حیثیت رہی ہے۔ خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ اقوال وافعال اور احوال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء وپیروی کا سخت اہتمام کرتے تھے۔ آپ کے مختلف مواقف حلم اور ضبط نفس ورواداری پر دلالت کرتے ہیں۔ واضح ترین موقف جو آپ کی رواداری و بردباری پر واضح و بین دلیل ہے۔ وہ آپ کے محصور کئے جانے کا واقعہ ہے۔ جب کہ شرپسندوں اور بلوائیوں نے گھر میں محصور کرکے آپ کے قتل کے درپے تھے۔ ان حالات میں آپ کے دفاع میں مہاجرین وانصار کی جو جماعت آپ کے پاس تھی۔ آپ نے انہیں اپنے گھروں کو واپس چلے جانے کا حکم دیدیا حالانکہ وہ آپ کی حفاظت ودفاع کرنے پر قادر تھے۔ رب کی ملاقات کے ذوق وشوق اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میں آپ کی رواداری وبردباری نمایاں تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی تاریخ امت کا روشن صفحہ ہے۔ جنھوں نے اپنی سخاوت وفیاضی سے دین کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کی۔ نیز امت اسلامیہ کے سامنے اپنی رواداری کی وہ اعلیٰ ترین مثال پیش کی۔ جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اور پوری امت اسلامیہ کیلئے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیرت عثمان سے استفادہ کرنے اور اس کو زندگی میں ڈھالنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ ☆☆

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور شمس العلماء کا خطاب

قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ امراء وسلاطین مختلف اغراض ومصالح کے پیش نظر اپنی ریاست اور ملک کی ممتاز اور سربرآوردہ شخصیات کو ان کی یا سیاسی وسماجی یا علمی وادبی یا تدریسی وتصنیفی خدمات کے اعتراف میں ان کے اعزاز وتکریم کی خاطر اور ان کے تئیں اپنی خوشنودی وقدردانی کے اظہار کے لئے انھیں مختلف قسم کے خطابات اور تمغوں سے نوازتے رہے ہیں، یہ سلسلہ موجودہ جمہوری نظام میں باقی وجاری ہے۔

برصغیر ہند میں انگریزی حکومت کے عہد میں بھی یہ سلسلہ تھا، ممتاز شخصیات کو طرح طرح کے خطابات سے سرفراز کیا جاتا تھا، ان خطابات میں ایک باوقار خطاب ''شمس العلماء'' کا خطاب تھا، اس سرکاری خطاب کے حصول کے لئے برصغیر ہند کی بعض شخصیات کی طرف سے یا ان کے رفقاء کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو درخواستیں اور سفارشیں بھی پیش کی گئیں، اور خطاب ملنے پر نہایت مسرت وخوشی کا اظہار کیا گیا، تہنیت وسپاس کے لئے شاندار تقریبات اور جلسے منعقد کئے گئے، گورنمنٹ کی مدح سرائی کی گئی، جیسا کہ (مثال کے طور پر) ۱۸۹۴ء میں مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) کو ''شمس العلماء'' کا خطاب ملنے پر ہوا، ''حیات شبلی'' میں یہ تفصیل اختصار سے لکھنے کے باوجود ص ۲۳۷ سے ۲۶۲ تک ۲۵ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

لیکن یہی خطاب شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۰۵ء-۱۹۰۲ء) کو بھی ملا، اور بلا طلب وبغیر سفارش ملا، تو آپ کا درویشانہ وبے نیازانہ طرز عمل کیا رہا، اسے میاں صاحب کے سوانح نگار مولانا فضل حسین بہاری رحمہ اللہ کے الفاظ میں پڑھئے، مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ''شمس العلماء'' کا خطاب گورنمنٹ کی طرف سے ۲۲/جون ۱۸۹۷ء مطابق ۲۱/محرم الحرام ۱۳۱۵ھ بروز سہ شنبہ ملا، جن لوگوں کو شیخ کو دیکھنے اور کچھ دنوں بھی ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ عموماً خطاب پانے والے خطاب کے لئے جو کچھ کوششیں کرتے ہیں، آپ کی طبیعت میں بالفطرۃ اس کا مادہ ہی نہ تھا، وہ تدین وتقوی اور درویشی میں جس طرح ثابت قدم اور مستقیم الحال تھے ویسے ہی ان امور کی جانب نہایت ہی لاابالی اور بے پروا تھے۔

معلوم ہوا ہے کہ جس وقت کمشنر دہلی نے بحکم لفٹننٹ گورنر پنجاب، گورنمنٹ کی طرف سے اس خطاب کی خبر آپ کو دی، اس سے ایک منٹ بھی آگے میاں صاحب کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ میں اس لقب سے ملقب ہوں گا، اور جب (گورنمنٹ کے) لوگ خلعت وخطاب کے ساتھ میاں صاحب سے ملے اور آپ کو اس سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا:

''ہم غریب آدمی خلعت وخطاب لے کر کیا کریں گے، خلعت وخطاب بڑے آدمیوں کو ملنا چاہیے، ہم کو دنیا لاحاصل ہے، بعد اس گفت وشنید کے آپ نے اسی قدر فرمایا: اچھا صاحب آپ حاکم ہو جو چاہو کہو۔'' اور ''شمس العلماء'' کے خطاب کا تذکرہ جب کوئی شخص میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو کرتا تو آپ سادگی سے فرماتے کہ:

''میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے، ہمارے لئے تو پورا خطاب قرآن مجید میں ''حنیفاً مسلما'' کا موجود ہے۔ دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے یہ گویا ان کے خوشنودی کا اظہار ہے۔ مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا، اور ''شمس العلماء'' کہے تو کیا میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک ''میاں صاحب'' مجھے کہتا ہے۔ بھائی! سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے، اسی لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے۔'' (الحیاۃ بعد المماۃ، مطبوعہ ۱۹۵۹ء کراچی) ص ۱۸۱، ۱۸۲)

ظاہر تو یہی ہے کہ یہ پوری عبارت اور سب جملے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ہیں، کوئی جملہ سوانح نگار کی طرف سے اضافہ یا تبصرہ نہیں ہے، جملہ ''دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے'' بھی میاں صاحب کا ہے، اور دوسرا فقرہ ''یہ گویا ان کے خوشنودی کا اظہار ہے'' بھی میاں صاحب ہی کا ہے، حضرت میاں صاحب دنیا اور دنیاوی سلاطین کا حال اور دستور بیان کررہے ہیں کہ ''دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے، یہ (یعنی سلاطین کی طرف سے خطاب دیا جانا اور ملنا) ان کے (یعنی سلاطین کے، خطاب یافتگان کے تئیں اپنی) خوشنودی کا اظہار ہے۔'' اس آخری فقرہ میں خطاب سے نوازنے کی ایک وجہ وجیہ بیان کی گئی ہے۔ میاں صاحب نے ایک جملہ میں سلاطین کی طرف سے خطابات دیئے جانے کی تاریخ بھی اور اس کی غرض وغایت بھی بیان کردی ہے۔ اس فقرہ کا یہی ظاہر ومتبادر معنی ہے یہ کوئی تاویل نہیں ہے۔

لہٰذا اس فقرہ کو سوانح نگار کا فقرہ قرار دینا اور یہ سمجھنا کہ وہ اپنا ذاتی تاثر بیان کررہے ہیں کہ میاں صاحب نے خطاب کے ملنے پر خوشنودی کا اظہار کیا، ایسا سمجھنا میرے نزدیک محل نظر ہے، بلکہ بظاہر ''تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ'' ہے، محترم سوانح نگار نے یہاں ہرگز اپنا کوئی ذاتی تاثر نہیں بیان کیا ہے، نہ ہی میاں صاحب کی طرف ''شمس العلماء'' کا خطاب پانے پر خوش ہونے، یا کسی قسم کے خوشنودی کے اظہار کی نسبت کی ہے، اس غلطی سے ان کا دامن پاک ہے، اس لئے سوانح نگار پر اس معاملہ میں کسی تبصرہ اور نقد ونکیر کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلعت وخطاب کے تئیں اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اسے بادلِ ناخواستہ قبول کیا تھا، اسے قبول کرلینا اس وقت کے نازک حالات میں آپ کی مجبوری تھی۔ تفصیل وتوضیح کے لئے ملاحظہ ہو ''اہل حدیث اور سیاست'' ص ۴۱۴

☆☆

تجھ بن نہیں کوئی مرا

از مولانا عبدالکریم مسلم، خلیفہ شہیدین سید احمد شہید و شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہما اللہ

(ردیف الف)

اے خالق ہر جسم و جاں تجھ بن نہیں کوئی مرا — اے رازق ہر انس و جاں تجھ بن نہیں کوئی مرا
اے دستگیر بے کساں تجھ بن نہیں کوئی مرا — اے چارۂ بے چارگاں تجھ بن نہیں کوئی مرا
اے حافظ و ناصر مرے تجھ بن نہیں کوئی مرا — اے حاضر و ناظر مرے تجھ بن نہیں کوئی مرا
تو ہی مرا معبود ہے تو ہی مرا مسجود ہے — تو ہی مرا مقصود ہے تجھ بن نہیں کوئی مرا
اے بادشاہِ دو جہاں تو ہے پناہِ عاصیاں — میں تجھ سوا جاؤں کہاں تجھ بن نہیں کوئی مرا
اے رازقِ بے دست و پا میں ہوں ترے در کا گدا — رکھتا ہوں تیرا آسرا تجھ بن نہیں کوئی مرا
اے لائقِ حمد و ثنا اے لازوال و لا فنا — بگڑی ہوئی میری بنا تجھ بن نہیں کوئی مرا
یاں پالنے والا کوئی اور مارنے والا کوئی — واں بخشنے والا کوئی تجھ بن نہیں کوئی مرا
فرشِ زمیں سے تافلک اور آسماں سے عرش تک — دیکھا اٹھا کر جب پلک تجھ بن نہیں کوئی مرا
کی داہنے بائیں نظر پیش و پس زیر و زبر — ہر سو یہی ہے جلوہ گر تجھ بن نہیں کوئی مرا
تو صاحبِ انعام ہے انعام تیرا عام ہے — وہاب تیرا نام ہے تجھ بن نہیں کوئی مرا
تیرا دیا کھاتا ہوں میں تیری ثنا گاتا ہوں میں — تیرا ہی کہلاتا ہوں میں تجھ بن نہیں کوئی مرا
دُکھ درد و غم اس کا گیا جس نے پکارا یا خدا — سختی میں میرے کام آ تجھ بن نہیں کوئی مرا
جب سے سمجھ آئی مجھے دی تونے گویائی مجھے — تقریر یہ بھائی مجھے تجھ بن نہیں کوئی مرا
در در سے ٹکرا کرکے سر رکھا تری درگاہ پر — تو بھی نہ کر در سے بدر تجھ بن نہیں کوئی مرا
میں ہوں محض بے سیم و زر بے زور بے کسب و ہنر — لے غیب سے میری خبر تجھ بن نہیں کوئی مرا
میں نیک ہوں یا ہوں برا پر نام لیوا ہوں ترا — اب بخش تو یا دے سزا تجھ بن نہیں کوئی مرا
جو خویش و برخوردار ہیں اپنی غرض کے یار ہیں — گو ظاہری غم خوار ہیں تجھ بن نہیں کوئی مرا
مجھ کو نہ شوقِ حور ہے نہ خواہش انگور ہے — تیری رضا منظور ہے تجھ بن نہیں کوئی مرا
یہ طائرِ جاں جس نفس جاگور کا دیکھے قفس — اس کنج میں فریاد رس تجھ بن نہیں کوئی مرا
روزِ ازل کے قول میں دنیا کے رنج و ہول میں — نیکی بدی کے تول میں تجھ بن نہیں کوئی مرا

(دیوانِ گلشنِ ہدایت)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا حسن آغاز کل ۱۴/اکتوبر کو، تیاریاں مکمل، پورے ملک سے حفاظ وقراء اور علماء کی آمد کا سلسلہ جاری

نئی دہلی: ۱۲/اکتوبر ۲۰۲۵

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اکیسواں عظیم الشان دوروزہ آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کل مورخہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۲۵ صبح آٹھ بجے سے اہل حدیث کمپلیکس، ڈی ۲۵۴ ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ شروع ہو رہا ہے۔ جس میں پورے ملک سے تقریباً سات سو حفاظ ،قراء اور علماء شریک ہو رہے ہیں۔ ساری تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں اور پورے ملک سے بلاتفریق مسلک قرآن کریم کے حفاظ قراء اور علماء کرام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یہ مسابقہ مورخہ ۱۵ اکتوبر، اتوار تک جاری رہے گا اور اسی روز بعد نماز مغرب اختتامی اجلاس منعقد ہوگا جس میں مسابقہ کے تمام زمروں میں اول دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب حفاظ، قراء اور علماء کو اکابرین ملک وملت اور جماعت کے ہاتھوں نقد انعامات، توصیفی اسناد اور ہدیے دیئے جائیں گے، اور تمام شرکاء توصیفی اسناد اور ہدیے سے نوازے جائیں گے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک بیان میں دی گئی ہے۔

اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم نے فرمایا کہ قرآن کریم سب کے لئے ہے اور اس میں ساری انسانیت کی فلاح وسعادت اور امن واستحکام کا راز مضمر ہے۔ اس کی روشن تعلیمات اور تابندہ ہدایات سے ہر فرد جن وبشر اپنی کشت زار حیات کی ویرانی دور کر سکتا ہے اور اسے آباد وگلزار بنا سکتا ہے۔ قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ قیامت تک اس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور اس کے پڑھنے پڑھانے والے فوز وفلاح اور خیر وسعادت سے ہمکنار ہوتے رہیں گے۔ حفاظ وقراء اور علماء سماج ومعاشرہ کے چنندہ لوگ ہوتے ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال اس لئے اس مسابقہ کا انعقاد کرتی ہے کہ امت وانسانیت کا رشتہ کتاب رشد وہدایت قرآن کریم سے مستحکم ہو، اس کا پیغام امن وانسانیت اور اخوت و بھائی چارہ عام ہو، دنیا سے عدم برداشت، تشدد اور دہشت گردی کا خاتم ہو۔

اور نئی نسل کے اندر مسابقتی ذوق وشوق بھی پروان چڑھے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ہم نے ربع صدی قبل مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا دیا جلایا تھا جو توانا روایت کی شکل اختیار کر کے آج پورے ملک میں پورے آب وتاب کے ساتھ روشنی کی کرنیں بکھیر رہا ہے۔

پریس ریلیز کے مطابق مسابقے کے کل چھ زمرے ہیں۔ زمرہ اول مکمل حفظ وتجوید قرآن کریم، زمرہ دوم حفظ وتجوید قرآن کریم بیس پارہ، زمرہ سوم حفظ وتجوید قرآن کریم دس پارہ، زمرہ چہارم حفظ وتجوید قرآن کریم پانچ پارہ، زمرہ پنجم ناظرہ قرآن کامل، زمرہ ششم تفسیر قرآن کریم۔ سارے زمرے کا امتحان کل مورخہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۲۵ کو صبح آٹھ بجے شروع ہو جائے گا۔ انشاءاللہ

قرآن کریم کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنا وقت کی بڑی ضرورت/مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اکیسواں کل ہند دوروزہ مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا تزک واحتشام کے ساتھ آغاز پورے ملک سے سات سو حفاظ وقراء اور علماء کا روح پرور اجتماع

دہلی، ۱۴/اکتوبر۔ ۲۰۲۵ء

قرآن کریم کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنا وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ قرآن ہوگا تو امن وامان کو بالادستی حاصل ہوگی ،انسانیت نوازی اور اخوت ومحبت، عدل ومساوات کی اسلامی تعلیمات عام ہوں گی، امن وقانون کا بول بالا ہوگا۔ اس بات کو یاد رکھیے اور ذہن ودماغ میں جاگزیں کر لیجیے کہ بہر حال ہمیں قرآن کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنا ہے۔ آپ جہاں بھی ہیں قرآن کی برکت

سے محفوظ و مامون اور مسعود ہیں۔ کوشش کیجیے کہ دنیا قرآن کی ٹھنڈک سے بہرور ہو۔آپ حضرات دلجمعی کے ساتھ مسابقہ میں شرکت کیجیے اور انعام کے مستحق قرار پائیے، آپ اگر سب سے پیچھے رہ بھی گئے تب بھی آپ اس قرآن کریم کی نسبت سے بہت ہی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ان خیالات کا اظہار امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے کیا۔موصوف مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اکیسویں آل انڈیا مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے افتتاحی اجلاس میں صدارتی خطاب فرما رہے تھے۔

امیر محترم نے کہا کہ اکیسواں کل ہند دو روزہ مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا یہ مبارک اجتماع بڑی ہی مبارک واہم نسبت یعنی نسبت قرآن کریم سے منعقد کیا گیا ہے۔اور جس بوجھ کو یہ حفاظ کرام اٹھائے ہوئے ہیں وہ بڑی ہی اہم امانت ہے۔قرآن کریم کو اس طرح پڑھنا جس طرح نازل ہوا اور اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔ان میں سے کسی شعبہ کو آپ نظر انداز کریں گے تو قرآن کو مہجور کرنے والے (تارک قرآن) سمجھے جائیں گے جس کی بڑی وعید آئی ہے۔قرآن کی حفاظت کے ضمن میں مدارس کی حفاظت اور استحکام کی کوشش بھی ضروری ہے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں مسابقہ میں شریک تمام قراء وحفاظ، ممتحنین، مہمانان وکارکنان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ شرکاء مسابقہ کے والدین اور ترشیح کرنے والے ادارے سبھی ہمارے شکریے واحترام کے مستحق ہیں۔جو لوگ مدارس اسلامیہ پر بے بنیاد تہمتیں لگاتے ہیں اور انہیں طرح طرح سے مطعون کرتے ہیں وہ قابل مذمت ہیں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دہشت گردی کے خلاف مہم کے ایک پروگرام میں اس وقت کے مرکزی وزیر داخلہ عالیجناب شیوراج پاٹل شریک ہوئے تھے جس میں انہوں نے برملا کہا تھا کہ مدارس اسلامیہ دہشت گردی کے مراکز ہرگز نہیں ہیں بلکہ یہ امن وشانتی کے کیندر اور انسانیت سازی کے کارخانے ہیں۔ اور قرآن کریم کی اہمیت کے پیش نظر کہا تھا کہ اسے ہر گھر تک پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ امن وانصاف کا بول بالا ہو۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس بیسویں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا شاندار آغاز آج صبح نو بجے صبح بمقام جامع مسجد اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی عمل میں آیا۔اس اجلاس کا آغاز قاری شاہنواز استاذ جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔اس کے بعد ناظم اجلاس وکنوینر مسابقہ ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے مرکزی جمعیت کی نوع بنوع خدمات پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے اس مسابقے کو جمعیت کی ہمہ جہت خدمات کی سنہری کڑی قرار دیا اور شرکاء مسابقہ، حکم حضرات وشرکاء اجلاس کا خیر مقدم کیا اور بتایا کہ ماضی میں جتنے بھی مسابقے ہوئے ہیں ان میں یہ مسابقہ اس ناحیے سے بڑا اہم ہے کہ اس میں سو سے زائد مدارس کے تقریبا سات سو شرکاء نے شرکت کی ہے۔

مرکزی جمعیت کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے شرکاء مسابقہ ومہمانان گرامی کا استقبال کیا اور کہا کہ مرکزی جمعیت کے اس پروگرام کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ مدارس میں حفظ وتجوید اور تفسیر قرآن کا جذبہ پیدا ہو۔اس مسابقے میں اتنی بڑی تعداد میں حفاظ وقراء کی شرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ مرکزی جمعیت نے مسابقے کا جس مقصد سے آغاز کیا تھا وہ بہر صورت کامیاب ہے۔انہوں نے کہا کہ امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کی قیادت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی گوناگوں سرگرمیوں کو مہمیز دیتے ہوئے یہ عظیم الشان پروگرام جس طرح مسلسل انعقاد کر رہی ہے وہ اس کے لیے مبارکباد اور شکریہ کی مستحق ہے۔

سرپرست جمعیت وبانی ومؤسس مؤسسہ دارالدعوۃ، دہلی ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار پریوائی نے اپنے اہم تاثرات میں جمعیت کی گوناگوں مساعی کی تعریف کی اور ذمہ داران جمعیت کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ اس جم غفیر کو دیکھ کر بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ہمیں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے قرآن کریم کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔جماعت اہل حدیث نے ہندوستان میں صحیح دین کی اشاعت کا جو بیڑا اٹھایا تھا اس کا مقصد بلا تفریق مسلک ومذہب ہر خاص وعام کو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے جوڑنا تھا جو کافی حد تک کامیاب ہے۔حفاظ کو حفظ کے ساتھ مختلف مراحل میں معنی یاد کرانا چاہیے تاکہ وہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھ اور اس پر عمل کر سکیں۔

مسابقہ کے حکم اور دار العلوم دیوبند (وقف) کے استاذ قاری علاء الدین قاسمی نے جمعیت کے پروگراموں کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ اس کے پروگرام بڑے ہی نمایاں اور ممتاز ہوتے ہیں جن کے شرکاء میں ایک بڑی تعداد حفاظ کرام کی ہوتی ہے جو اصول تجوید کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔اس پروگرام میں مجھے چوتھی بار شرکت کا موقعہ ملا ہے جو میرے لیے سعادت کی بات ہے۔حضرت مولانا سفیان قاسمی مدظلہ العالی صاحب مہتمم دار العلوم وقف اس پروگرام کی اہمیت کے پیش نظر اس میں شرکت کی بڑے اہتمام کے ساتھ ہدایت فرماتے ہیں۔

اس افتتاحی اجلاس میں نائب ناظم مرکزی جمعیت و امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار مولانا محمد علی مدنی، نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی مولانا محمد ابراہیم مدنی، پروفیسر شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ڈاکٹر ندیم احمد، استاذ جامعہ سلفیہ بنارس مولانا اسعد اعظمی (حکم)، مرکزی جمعیت کے ہندی آرگن اصلاح سماج کے ایڈیٹر حافظ محمد طاہر سلفی، صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے امیر مولانا عبدالقدوس عمری نے بھی اپنے قیمتی تاثرات پیش کیے اور اس مسابقے کی اہمیت وافادیت اور ذمہ داران جمعیت بالخصوص امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کی جہود ومساعی کا ذکر کرتے ہوئے انہیں صمیم قلب سے مبارکباد پیش کی۔شرکاء اجلاس میں ایک بڑی

تعداد معزز علماء کرام کی تھی جن کے تاثرات نہ پیش کیے جانے پر معذرت کی۔

پروگرام کے اختتام پر ناظم مالیات مرکزی جمعیت الحاج وکیل پرویز نے جملہ شرکاء مسابقہ، ان کے والدین، نامزد کرنے والے اداروں کے ذمہ داران، حکم حضرات، ذمہ داران جمعیت کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میرے رول ماڈل مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے گوناگوں دینی خدمات کے ذریعہ جمعیت کو ترقیات کے اعلیٰ مدارج طے کرائے ہیں جن کے لیے وہ ہر طرح سے شکریہ و دعاؤں کے مستحق ہیں۔

واضح ہو کہ اس مسابقہ میں ہندوستان کے طول وعرض سے بلا تفریق مسلک تقریباً سات سو حفاظ وقراء اور علماء اس کے کل چھ زمروں میں شریک ہیں۔ مسابقہ میں امتحان کی ذمہ داری ملک کے بلا امتیاز مسلک ومشرب نامور دینی مدارس کے اپنے فن میں ماہر ترین اساتذہ انجام دے رہے ہیں۔ اس افتتاحی پروگرام میں شرکاء مسابقہ، حکم حضرات اور ذمہ داران جمعیات ومعززین جماعت اور مدارس وجامعات کے اساتذہ اور طلبہ کے سرپرست حضرات نے شرکت کی۔

پریس ریلیز کے مطابق کل بتاریخ بروز اتوار بعد نماز مغرب پورے ملک سے آئے ہوئے مدارس اسلامیہ اور عصری جامعات کے طلباء کے درمیان تقسیم اسناد و انعامات کا پروگرام منعقد ہوگا جس میں ملک وملت اور جماعت کی اہم شخصیات شریک ہوں گی۔

حالات کا شکوہ آپ کا شیوہ نہیں، امت خیر امت کا مطلوبہ کردار ادا کرے: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس اختتام پذیر

ملک وملت اور جماعت وانسانیت سے متعلق امور ومسائل پر غور وخوض اور اہم فیصلے۔ قرارداد وتجاویز

نئی دہلی، 6/اکتوبر 2025ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس کل بتاریخ 5/اکتوبر 2025ء بوقت دس بجے صبح اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں زیر صدارت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد ہوا جس میں ملک کے طول وعرض کشمیر سے لے کر کیرالا تک سے آئے ہوئے معزز اراکین مجلس عاملہ وذمہ داران صوبائی جمعیات اہل حدیث نے شرکت کی۔ اجلاس کا آغاز ڈاکٹر عبدالعزیز مبارکپوری نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعدازاں امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا صدارتی خطاب ہوا جس میں آپ نے مؤقر اراکین اور ذمہ داران صوبائی جمعیات کا خیر مقدم کیا اور تہ دل سے اجلاس میں شرکت کے لیے کلمات تشکر پیش کیے اور موجودہ حالات میں دعوت الی اللہ، تعلیم وتربیت، خدمت خلق، انسانی بھائی چارہ، اتحاد واتفاق، قومی یکجہتی، پرامن تعایش باہمی اور رجوع الی اللہ کی اہمیت وضرورت پر زور دیا اور کہا کہ ہر زمانہ میں ہمارے اسلاف کرام کا یہ امتیاز رہا ہے۔ بعدازاں ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا محمد ہارون سنابلی کی ایما پر نائب ناظم مولانا محمد علی مدنی صاحب نے گزشتہ اجلاس عاملہ کی کارروائی کی خواندگی کی اور شرکاء اجلاس نے اس کی توثیق کی۔ اس کے بعد مرکزی جمعیت کی رپورٹ کارکردگی ناظم عمومی کے ذریعہ پیش کی گئی جس پر اراکین نے اپنے مکمل اطمینان وخوشی کا اظہار کیا۔ بعدہ دعوتی تنظیمی، ملی وملکی امور پر تبادلہ خیال ہوا اور تنظیم ودعوت اور موجودہ حالات کے تناظر میں خصوصاً تحفظ مدارس اور دیگر امور سے متعلق اہم امور زیر بحث آئے اور فیصلے لیے گئے۔ جمعیت کی مالی وتنظیمی حالات ومعاملات کی طرف ناظم عمومی اور ناظم مالیات نے ارکان کی توجہ مبذول کرائی اور اس سلسلہ میں اہم فیصلے لیے گئے اور نئے عزم وولولے سے تمام کاموں کو انجام دینے کا عہد کیا گیا۔ پھر موجودہ حالات کے تناظر میں اہم تجاویز وقراردادیں پیش کی گئیں اور شیخ انیس الرحمٰن اعظمی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو وپانڈیچری کی دعا پر مجلس کا اختتام عمل میں آیا۔

اجلاس میں ملی، جماعتی وملکی اور عالمی اہم امور ومسائل کے سلسلے میں قراردادیں اور تجاویز پیش کی گئیں جنہیں ارکان عاملہ نے باتفاق رائے منظور کیا۔ مجلس عاملہ کی قراردادوں میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور ان سے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کی ضرورت اور بین مذاہب ڈائیلاگ کی اہمیت وافادیت پر زور دیا گیا۔ قرارداد میں ملی وسماجی تنظیموں کے ذمہ داران وعلماء کرام سے قوم وملت کی تعمیر وترقی کے لیے متحد ہو کر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ اس کے علاوہ ملک میں آپسی بھائی چارہ، قومی یکجہتی کی ضرورت پر زور اور ایسے بیانات سے گریز کرنے کی اپیل کی گئی ہے جن سے گنگا جمنی تہذیب کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح دینی اداروں کے بقا واستحکام کے ساتھ عصری وپیشہ ورانہ معیاری تعلیمی اداروں کے قیام واستحکام کو ملی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے باحیثیت وباشعور لوگوں سے معاونت کی اپیل کی گئی۔ اجلاس میں وقف ترمیمی ایکٹ پر ملت اسلامیہ اور انصاف پسندوں کے اندیشوں کا اظہار اور سپریم کورٹ سے اس سلسلے میں مناسب فیصلہ کی توقع ظاہر کی گئی۔ قرارداد میں میڈیا کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اپنی ذمہ داری کو غیر جانبدارانہ انداز میں انجام دینے اور جمہوریت کے بقا وتحفظ کے لیے کام کرنے کی

اپیل کی گئی۔

ملک وبیرون ملک ہر طرح کے دہشت گردانہ واقعات کی مذمت کرتے ہوئے مجلس عاملہ نے اپنے دیرینہ موقف کا اعادہ کیا کہ اس کو کسی مذہب سے جوڑنا سراسر غلط اور ناانصافی ہے ساتھ ہی فاضل عدالتوں سے برسوں بعد باعزت بری ہونے والے نوجوانوں کی معاشی معاونت کے سلسلے میں ازخود نوٹس لینے کی اپیل کی گئی۔قرارداد میں محبت رسول کے اظہار کے پس منظر میں گرفتاریوں پر اظہار تشویش اور لوگوں سے اس سلسلے میں مشتعل ہونے سے مکمل گریز کرنے کی اپیل کی گئی۔خصوصاً نوجوانوں سے کسی بھی غیر معمولی حالات میں اشتعال میں آنے سے بچنے کی اپیل کی گئی۔ملک میں روز افزوں مہنگائی، بیروزگاری شراب نوشی، جہیز، قتل جنین اور دیگر سماجی برائیوں پر اظہار تشویش کرتے ہوئے ان کے انسداد کی اپیل کی گئی۔مجلس عاملہ کی قرارداد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام دوروزہ جاری اکیسواں سالانہ آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے انعقاد کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کی ستائش کی گئی۔قرارداد میں پنجاب کے اندر سیلاب سے بھاری تباہی اور اتراکھنڈ وغیرہ میں آفات سماوی سے ہونے والے جانی و مالی نقصانات پر غم وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے حکومتوں اور عوام سے بلاتفریق مذہب متاثرین کی زیادہ سے زیادہ تعاون کی اپیل کی گئی اور فلسطین میں اسرائیل کی جارحانہ کارروائیوں بشمول نسل کشی اور بھکمری جیسی غیر انسانی کارروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے اقوام عالم سے قضیہ فلسطین کو جلد حل کرنے پر زور دیا گیا۔فلسطینیوں کی مستقل ریاست کو اقوام متحدہ سے تسلیم کرنے کی اپیل کی گئی۔علاوہ ازیں ملک وملت اور جماعت کی اہم شخصیات کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

اکیسواں کل ہند مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بحسن وخوبی اختتام پذیر، ہمیں پوری انسانیت کا خیر خواہ اور خادم بننا ہے/مولانا اصغر علی سلفی

دہلی، ۷/اکتوبر ۲۰۲۵ء

اللہ جل شانہ کا یہ سب سے بڑا انعام واکرام ہے کہ اس نے ہم سب کو خاص طور پر آپ خوش نصیبان عالم کو اپنی سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی دولت قرآن کریم کے پڑھنے ،قلب وجگر میں بسانے، سجانے، اس کی قدر کرنے ،اس کو سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی توفیق بخشی۔اس سب سے بڑی دولت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس پر اس اہتمام کے ساتھ عمل کریں جس اہتمام ،جس جتن اور جس عظمت وقوت کے ساتھ اللہ جل شانہ نے اسے سات آسمانوں سے سب سے عظیم مخلوق کو عطا کیا۔اس لیے حاملین قرآن کریم کا یہ فریضہ ہے کہ ان کے واسطے سے،ان کے مدارس کے واسطے سے اور ان علماء کے واسطے سے تکریم انسانیت برقرار رہے۔آپ کی نسبت قرآن کریم سے ہے۔اسی لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔لیکن اس نسبت کی جو عظمت تھی، جو قوت تھی، جو اس کا جاہ وجلال تھا اور جو اس کا حقیقی جمال وکمال تھا اس کو ہم نے پورا نہیں کیا۔یہ ہماری بدنصیبی ہے۔لہٰذا ہم اس کی عظمتوں کو سمجھیں اور اس کے حقیقی حاملین کا کردار ادا کریں۔تاکہ ساری انسانیت کو اس کا فائدہ اور فیض پہنچے اور بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کے مصداق حقیقی طور پر ہو جائیں۔ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے صدارتی خطاب میں کیا۔آپ گزشتہ ۵/اکتوبر کی شب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اکیسویں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے اختتامی اجلاس سے خطاب فرمارہے تھے۔

امیر محترم نے مدارس کے ذمہ داران کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مدارس کے حقیقی کردار کو نہیں پیش کیا۔اگر ہم ان کے کردار اور روح کو ایک آنہ بھی برقرار رکھ لے گئے ہوتے تو مدارس کو جو مشکلات جھیلنی پڑ رہی ہیں اور جن کا مقابلہ وکلاء وتجار بھی نہیں کر پارہے ہیں، وہ نہ جھیلنی پڑتیں۔ہمارے اندر ایک آنہ بھی روحانیت باقی رہتی تو آگے آکر قرآن کی خدمت کرتے اور یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔اس قرآن کو اس کی عظمتوں کے ساتھ جب تک ہمارے معلمین ،حاملین اور اہل مدارس نہیں لیں گے دنیا میں ہماری بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔اگر ملت اسلامیہ کو سربلند ہونا ہے تو اس قرآن کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے۔ہمارے اسلاف قرآن کریم کے حقیقی حاملین تھے اور ہم انہیں کے وارث ہیں۔لہٰذا ہمیں انہیں اپنا اسوہ ونمونہ بنانا ہے۔نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی بدولت رحمۃ للعالمین بن گیے تھے۔اگر ہم بھی صاحب قرآن ہو کر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا عزم کرلیں اور انسانیت کے لیے سود مند بننے کی ٹھان لیں تو کچھ مشکل نہیں کہ ہم بھی وہ مقام بلند حاصل کرسکیں۔ہمیں صرف اپنے لیے نہیں جینا ہے اور نہ صرف اپنے خاندان کے لیے سود مند بننا ہے اور نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ پوری انسانیت کا خیر خواہ اور اس کا خادم بننا ہے۔انسانیت کو اپنی ذات سے فائدہ پہنچانا اپنا شیوہ بنانا ہے۔

شرکائے مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے امیر محترم نے فرمایا کہ آج آپ جس مقام پر ہیں اور آپ کی جو عزت افزائی ہورہی ہے، وہ قرآن کی نسبت سے ہے۔ہم میں سے جس کی پوزیشن آئی ہے صرف وہی کامیاب نہیں ہے بلکہ کامیابی تو اسی

وقت مل گئی تھی جب آپ نے اس مسابقے میں شرکت کی ٹھان لی تھی۔اس مادیت کے دور میں جو ماں اپنے بیٹے کو قرآن کے حفظ کے لیے بھیجتی ہے کہ اس بیٹا حافظ بنے عالم بنے اس کی تعلیمات کو نشر کرنے والا بنے وہ ماں بڑی خوش نصیب ہے۔آپ تمام شرکاء کامیاب ہیں۔میں آپ تمام شرکاء کو، آپ کے والدین کو، آپ کے اساتذہ کو اور محسنین مدارس اور تمام حکم صاحبان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی محنت ولگن سے آپ نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ہم جملہ ذمہ داران جمعیت آپ تمام شرکاء مسابقہ وحکم حضرات کے شرکت کے لیے تہہ دل سے شکرگذار ہیں اور بارگاہ رب العزت والجلال میں دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے اور کما حقہ اس کی خدمت انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے اپنے افتتاحی خطاب میں شرکاء مسابقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم سے آپ کی نسبت ہے اور جس نے بھی اپنی نسبت اس سے جوڑی اسے اللہ تعالیٰ نے مکرم ومعزز بنا دیا۔اس کا اعجاز مسلمہ حقیقت ہے۔لیکن اس کی حامل امت اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے مقام سے گر رہی ہے اور برابر تنزلی کی طرف جا رہی ہے۔ہمیں اس کی نسبت کو مضبوط کرکے دوبارہ سرخرو ہونا ہے۔جو طالب علم انعام نہ پاسکے اسے مایوس نہیں ہونا ہے بلکہ نئے جوش و ولولے کے ساتھ محنت کرتے رہنا ہے۔میں دل کی گہرائیوں سے امیر محترم کو اس پروگرام کے انعقاد کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

قاری علاء الدین قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند وقف اور حکم مسابقہ نے فن تجوید وقرأت کی باریکیوں اور رموز اوقاف کی اہمیت سے طلبہ عزیز کو آگاہ کیا اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔نیز فرمایا کہ یہ مسابقہ امتیازی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں بلا لحاظ مسلک ومشرب سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا ہے۔اللہ اس تنظیم کو ترقی اور ذمہ داران کو جزائے خیر دے۔

ڈاکٹر قاری عتیق اللہ مدنی استاذ جامعۃ الامام الالبانی بوڑیہان،مغربی بنگال نمائندہ حکم صاحبان نے مرکزی جمعیت کی قیادت خصوصا امیر محترم کو کامیاب مسابقہ کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور بحیثیت حکم شکر وسپاس کا گلدستہ پیش کیا اور فرمایا کہ یہ مسابقہ جمعیت کی خدمات کی ایک اہم کڑی ہے۔میں نے اسے ہر حیثیت سے ممتاز پایا اور کئی دن رہنے کے بعد بھی یہاں کسی طرح کی کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔یہ احساس تمام شرکاء خصوصا حکم صاحبان کا ہے جن کی میں ترجمانی کر رہا ہوں۔

حافظ شکیل احمد میرٹھی سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی نے کہا کہ یہ مجلس قرآن کی نسبت سے منعقد کی گئی ہے جو کہ اللہ کا کلام ہے اور انسانیت کے لیے ذریعہ ہدایت اور دستور حیات ہے۔کاش ہم اس قرآن کی عملی تفسیر بن جاتے۔انہوں نے امیر محترم ودیگر ذمہ داران کا اس مسابقہ کے انعقاد کے لیے شکریہ ادا کیا۔

ایڈوکیٹ فیروز احمد انصاری صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت نے صدر مجلس ودیگر شرکاء مسابقہ کا شکریہ ادا کیا اور اور کہا کہ یہ بہت ہی کامیاب پروگرام ہے اس کے ذریعہ قرآن کریم کی خدمت کا موقعہ ملے گا اور امیر جمعیت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی قیادت میں مرکزی جمعیت بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔

جماعت اسلامی ہند کے امیر انجینئر سید سعادت اللہ حسینی کے نمائندہ ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے اس پروگرام میں شرکت کو اپنے لیے باعث سعادت بتایا اور کہا کہ اس طرح کی مجالس کی بڑی اہمیت ہے۔فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں۔اس پروگرام میں ہر سال شرکاء کا اضافہ اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔میں مرکزی جمعیت کی قیادت کو اس کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مولانا عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبائی نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے حفظ وتجوید قرآن کریم کے اس عظیم مسابقہ کے انعقاد پر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور دیگر ذمہ داران ورفقاء کار کو دل کی گہرائیوں سے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اور یہ سننے کے بعد کہ اس مسابقہ میں سو سے زائد اداروں کے تقریباً سات سو طلبہ نے شرکت کی بڑی مسرت ہو رہی ہے۔اس پروگرام کی اہمیت بڑھ رہی ہے اور ممتحنین نے جو تاثرات پیش کیے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک کامیاب پروگرام ہے۔

پروفیسر شہپر رسول اردو اکیڈمی دہلی کے سابق وائس چیئرمین نے امیر محترم اور ان کے رفقاء کار کو اس مسابقہ کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ طلبہ کو مسابقوں میں زیادہ سے زیادہ شرکت کرنی چاہیے ان سے ہمت وحوصلہ ملتا ہے اور خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔اس پروگرام میں سات سو طلبہ کی شرکت معنی خیز ہے۔

ڈاکٹر عبدالمجید صلاحی سکریٹری ندوۃ المجاہدین کالیکٹ نے اس پروگرام کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا اور شرکاء مسابقہ وذمہ داران جمعیت کو مبارکباد پیش کی جمعیت کی ہمہ جہت خدمات کو سراہا۔اور طلبہ کو پندونصائح سے نوازا۔

شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ کے صدر مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی نے کہا کہ قرآن کریم بہت سے علوم کا جامع ہے۔اس میں اقوام وملل کی تاریخ بھی ہے۔سائنس ودیگر علوم بھی ہیں۔لیکن اس کا مقصد جو قرآن نے بتایا ہے وہ ھدی للمتقین ہے۔یہ ظاہر وباطن کی اصلاح چاہتا ہے۔مولانا آزاد نے ملک کے کسی بھی حصے کی بربادی پر اتنا افسوس نہیں کیا جتنا پانی پت کی بربادی پر کیا کیونکہ وہ حفظ قرآن کریم کا مرکز تھا۔آج یہاں دہلی میں مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے خدمت قرآن کے جذبے کو دیکھ کر وہ

غم ہلکا ہوجاتا ہے۔ میں انہیں اس کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس ترجمان آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس پروگرام میں شرکت کو اپنے لیے باعث سعادت بتایا اور کہا کہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی تعلیمات کو انسانوں تک پہنچائیں اور اس پر عمل کریں۔ جمعیت کے ذمہ داران کو میں اس مسابقہ کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر ایمیرٹس اور معروف دانشور اختر الواسع نے مرکزی جمعیت کی اس محفل میں شرکت کی دعوت پر شکریہ ادا کیا اور اس مسابقہ کو مسلمانوں کے اس سے شغف کی دلیل بتایا اور کہا کہ ہمیں اس کو پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ مرکزی جمعیت کا امتیاز ہے کہ وہ اس مسابقہ میں بلالحاظ مسلک ومشرب سب کو شرکت کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے لیے وہ شکریہ ومبارکباد کی مستحق ہے۔

مولانا فضل الرحیم مجددی جنرل سکریٹری آل اندیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے جملہ ذمہ داران جمعیت کا پروگرام میں شرکت کا موقعہ دیے جانے پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ اجتماع سب سے عظیم ہے جس کی نسبت قرآن سے ہو۔ اس کو سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر ہے۔ سب سے کامیاب شخص وہ ہے جو یہ عزم کرلے کہ وہ قرآن کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں نافذ کرے گا۔ یہ کتاب عدل وانصاف، رشد وہدایت، امن وآشتی کی تعلیمات سے پر ہے۔ اسے اللہ تعالی نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔ یہ سعادت ونیک بختی کا سرچشمہ ہے۔ جنھوں نے اسے جزدانوں میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے وہ بڑے ہی بدنصیب ہیں۔ قرآن سے غفلت مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ موجودہ حالات میں اس طرح کے مسابقوں کا انعقاد بے حد ضروری ہے۔ میں مرکزی جمعیت کو اس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

استاذ الاساتذہ شیخ انیس الرحمٰن اعظمی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو نے شرکاء مسابقہ طلبہ عزیز کو قیمتی پند و نصائح سے محظوظ فرمایا اور کہا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے لہٰذا آپ محنت کریں اس کا اجر وثواب آپ کو آخرت میں ضرور ملے گا۔ قرآن کو دہراتے رہیں، ایک ہی نسخہ استعمال کریں، اس سے پختگی آئے گی۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ دنیا میں اس کے یاد کرنے والے کروڑوں ہیں۔ میں اس مسابقے کے انعقاد کے لیے ذمہ داران جمعیت بالخصوص مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مسابقے کے سلسلے میں تاثرات پیش کرنے والوں میں جناب مشتاق وانی صوبائی جمعیت اہل حدیث کشمیر، صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھراپردیش کے امیر مولانا فضل الرحمٰن عمری، صوبہ اڑیسہ کے نائب امیر مولانا طٰہٰ سعید خالدی، صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان کے امیر مولانا اسماعیل سرواڑی، صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے امیر مولانا شمیم اختر ندوی، جامعہ ریاض العلوم کے استاذ مولانا عبدالاحد مدنی، صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے نائب امیر مولانا خورشید عالم مدنی، صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی کے ناظم مولانا شہاب الدین مدنی شامل تھے جنہوں نے اپنے اپنے تاثرات میں مسابقہ کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی اور مرکزی جمعیت کی قیادت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مبارکباد پیش کی۔

پروگرام کے اختتام سے قبل مسابقہ جملہ چھ زمروں میں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ عزیز کو گراں قدر نقد انعامات، توصیفی سند اور یادگار گھڑی سے سرفراز کیا گیا۔ اسی طرح تمام شرکائے مسابقہ کو توصیفی سند اور تشجیعی انعام، قرآن کریم، گھڑی اور آئینہ جمال مصطفیٰ نامی کتاب جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کے مصداق تھی سے نوازا گیا۔ بعدازاں مرکزی جمعیت کے خازن الحاج وکیل پرویز نے جملہ شرکاء مسابقہ، حکم حضرات، طلبہ، مقررین، مہمانان گرامی، گارجین واساتذہ مدارس کا شکریہ ادا کیا اور ساڑھے دس بجے شب یہ روحانی محفل اختتام پذیر ہوئی۔ واضح ہو کہ اختتامی پروگرام گزشتہ ۵/اکتوبر کو بعد نماز مغرب جامع مسجد اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا نئی دہلی میں منعقد ہوا جس میں ذمہ داران مرکزی جمعیت وصوبائی جمعیات، ارکان مجلس عاملہ مرکزی جمعیت، شرکاء مسابقہ، حکم حضرات، ذمہ داران ملی تنظیمات، وشہر کے معززین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆☆☆

مولانا مظہر احسن ازہری صاحب رحمہ اللہ کا انتقال: بڑے رنج وغم کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ قدیم دینی درسگاہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کے ناظم اعلی معروف عالمِ دین مولانا مظہر احسن ازہری صاحب ساکن ڈومن پورہ پچھم، مئو ناتھ بھنجن کا طویل علالت کے بعد بروز پیر، 6 اکتوبر 2025ء انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کو اللہ جل شانہ نے بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ایک کامیاب معلم اور علم دوست انسان تھے۔ آپ نے جامعہ عالیہ عربیہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔ آپ کا انتقال جماعت کا خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، لغزشوں سے درگزر کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ نیز اہل خانہ، بچے بچیوں، جملہ پسماندگان اور شاگردان کو صبر جمیل عطا کرے اور جامعہ عالیہ عربیہ، مئو کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ (شریک غم ودعاگو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وجملہ ذمہ داران)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006

PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without Pre-payment in LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25

October 16-31-2025

خوشخبری — خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2026

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر چھپ کر بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے۔

اپنا آرڈر پیشگی بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid Delhi-110006

paytm UPI

9899152690@ptaxis

ڈرافٹ یا چیک صرف"Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind"کے نام سے ہی بنائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

منجانب: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hades Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam